بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ

سمة الجاهلية من منكر اسلام الأولية

المعروف بہ

مُسلِمِ اول کون؟

از قلم:
حضرت علامہ شاہد بندیالوی صاحب زید مجدہ

Urdu Designer

نمبر	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	11
2	ابتدائیہ	12
3	ترتیب رسالہ	13
4	مقدمہ	14
5	امام ابوزرعہ اور صحابہ کی فضیلت	14
6	صحابہ دین کی اساس	14
7	بدعقیدہ کی صحبت	15
8	فائدہ	15
9	سکھروی سے تعلیم حاصل کرنا ممنوع	16
10	ماحصل	17
11	تشکیک فی المسلمات	17
12	فواتح الرحموت	17
13	تعارض اور اس کا قاعدہ	18
14	قاعدہ عند الاحناف	18
15	عند الشوافع	18
16	مانحن فیہ	18
17	حضرت ابوبکر اور اولیت	21
	الباب الاول فصل اول	
18	مرفوع احادیث	22

22	پہلی حدیث	19
23	فائدہ	20
23	مصنف کی کذب بیانی	21
23	سند کے رواۃ	22
23	پہلا راوی، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ	23
24	دوسرا راوی، یعقوب بن سفیان	24
24	تیسرا راوی، ربیع بن نافع حلبی	25
24	چوتھا راوی، محمد بن مہاجر	26
24	پانچواں راوی، عباس بن سالم	27
25	چھٹا راوی، ابی امامہ باہلی	28
25	ساتواں راوی، عمرو بن عبسۃ	29
25	دوسری مرفوع حدیث	30
25	تیسری حدیث	31
26	چوتھی حدیث	32
26	پانچویں حدیث	33
27	فائدہ	34
	فصل ثانی	
28	موقوف احادیث	35
28	پہلی حدیث	36
28	دوسری حدیث	37

31	تیسری حدیث	38
31	پانچویں حدیث	39
	فصل ثالث	
33	آثار	40
33	میمون بن مہران کا تعارف	41
	فصل رابع	
35	عند المتکلمین	42
35	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی وجوہات	43
36	جمہور اہلسنت کا مؤقف	44
37	زید وخباب وابو بکر کا اسلام	45
39	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ایک وجہ	46
39	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی دوسری وجہ	47
46	سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے پر امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل	48
47	کثیر صحابہ کا اتفاق	49
47	ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام اول اور فرقہ روافض کا رد	50
47	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک تعارض اور اس کا رفع	51
48	ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اولیت خبر متواتر سے	52
48	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت اسلام متبعین	53
50	امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اولیت اسلام ابی بکر کا حدیث سے استدلال	54
50	فضیلت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسئلہ قطعی یا ظنی	55

51	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	56
52	امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	57
52	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	58
53	امام بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	59
53	علامہ ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ	60
54	مولانا حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	61
54	امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	62
54	امام سخاوی کے رحمۃ اللہ علیہ نزدیک	63
55	امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	64
55	امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیگر کے تقدم اسلام کی اسنادی حیثیت	65
56	امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علی وجہ التسلیم کلام	66
56	امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	67
57	عبد القادر کی خیانت و کذب بیانی	68
57	تبصرہ	69
58	پہلا کذب	70
63	امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	71
64	امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	72
64	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	73
64	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	74
65	عبد القادر کی عبارتوں میں تعارض	75

65	مصنف کے مسلمہ کبریٰ کے مطابق	76
66	تعجب خیز فریب	77
67	علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	78
68	امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	79
69	امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	80
71	امام سغناقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
72	امام ابو المعین نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	82
74	علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	83
74	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	84
74	امام ابو البرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	85
74	سید جلال الدین مقصود عالم بخاری کے نزدیک	86
75	شمس الدین سفارینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	87
76	امام ابو شکور سالمی کے نزدیک	88
77	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	89
78	امام ابراہیم لقانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	90
78	امام سیف الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	91
	فصل خامس	
81	عند المحدثین	92
81	امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	93
81	امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	94

95	امام ابو بکر خلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
96	علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
97	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
98	امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
99	امام آجری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	81
100	امام ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	82
101	امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	82
102	امام صالح شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	82
103	امام ابو الہلال عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	82
104	وہ ائمہ جنہوں نے تطبیق دی	82
105	علامہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک	84
106	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اہم نکتہ	84
107	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا استدلال	85
108	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا آیت سے استدلال	85
109	نوع چہارم اولیت اسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از حدیث ابی دروارد	85
	الباب الثانی فی التعقبات	
110	ابو بکر اول مسلم	86
111	قال (چمن زمان)	87
112	اقول	87
113	چیلنج	87

88	پیر مہر علی شاہ کے نزدیک آل سے مراد	114
89	آل مشترک لفظی	115
89	آل کے معانی ثلاثہ	116
89	علامہ کفوی کے نزدیک	117
90	قال	118
90	اقول	119
91	تنبیہ	120
100	مصنف کا فریب یا عقائد اہل سنت پر ضرب	121
100	حضرت علی کا صدیق ہونا	122
100	عقلی و نقلی وجوہات	123
101	حضرت علی پر صدیق ہونے کا اطلاق	124
102	صدیق ہونے پر مختصر دلائل	125
102	آسمانوں پر نام	126
103	صدیق کلی	127
103	مصنف کا تعاقب	128
105	مصنف کی چالاکی	129
105	مصنف نے دوسری سند نقل کی	130
106	مصنف کی خیانت	131
109	متواتر کی تعریف	132
110	متواتر لفظی	133

134	متواتر معنوی	110
135	تواتر کی شرائط	110
136	سکھروی صاحب کا مغالطہ	111
137	حدیث کے متواتر ہونے کے متعلق نفیس بحث	111
138	مصنف سے ایک سوال	112
139	حدیث کا ضعیف راویوں پر مشتمل ہونا	113
140	اقوال صحابہ کا منصفانہ جائزہ وتبصرہ	114
141	شاذ کی تعریف	125
142	دوسری بات	126
143	ابو بکر صدیق سے متعلقہ روایات کا محمل	126
144	سامعین ذی وقار	126
145	ابن اسحاق کی تصریح پر مصنف کی چالاکیاں	127
146	قال	128
147	اقول	128
148	مصنف کے نزدیک اشتباہ اور اس کے اسباب	128
149	تقریب التھذیب کی عبارت کا موضوع ومحمل	130
150	فیہ نظر	130
151	مصنف کا دوسرا فریب	131
152	لمحہ فکریہ	132
153	بچپن میں اسلام مولائے کائنات کی عظیم منقبت	135

136	مامون عباسی کے مناظرہ پر تبصرہ	154
138	مصنف کی ایک اور حملہ آوری	155
138	قال	156
139	اقول	157
139	ختم شد	158

انتساب

اس تحریر کی برکات کا انتساب
صحابہ و اہل بیت کی طرف کرتا ہوں

ابتدائیہ

تمام محامد اس ذات مقدسہ کے لئے جس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے اور وہ ذات جو صفات کمال سے متّصف ہونے کے ساتھ صفات نقص سے منزہ اور اس ذات کے لئے حمد جس ذات نے ہمیں حمد کی توفیق عطا فرمائی۔

رحمت نازل ہوں اس ہستی پر جس کے وجود مسعود سے عالم منور ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود مسعود کو بے مثل پیدا فرمایا اور رحمتیں نازل ہوں ان نفوس عالیہ پر جن کے ایمان کو معیار ایمان فرمایا اور ان ہستیوں پر جن سے محبت وعقیدہ حسنہ ایمان کے اکمال کا باعث بنا۔

اللہ عزوجل نے انسان کی تخلیق فرما کر اس کو اپنی معرفت کے اسباب مہیا فرمائے، خوش نصیب وہ لوگ جو اس ذات کے لا یتصور کی توفیق سے ایمان کے لوازمات پر پورا اترتے ہوئے کامل ایمان رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں معیارات ایمان ولوازمات ایمان میں سے صحابہ واہل بیت کی محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کے مقتضیات پر ایمان کی توفیق عطا فرمائے، مگر کچھ نافہم اور نااہل لوگوں نے صحابہ واہل بیت کو تنقید کا نشانہ بنایا ایک گروہ وہ تھا جو صحابہ پر تصریحاً تنقید کرتا آرہا ہے اور ایک گروہ وہ ہے جو در پردہ اپنے مذموم ومفاسد معتقدات کی تشہیر کے لئے کمر بستہ ہے۔ انہیں اشخاص میں سے ایک صاحب چمن زمان نامی سکھروی نام نامی متناقض غیر مسمیٰ ہوائے نفس کی پیروکاری میں اپنے معتقدات کی ترویج واشاعت کے لئے اصحاب پر تنقید کرتا رہتا ہے۔ کچھ ایام قبل موصوف کا ایک رسالہ دیکھنے کو ملا جس کا نام نامی مسلم اول شہ مرداں تھا۔ جس میں موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سب سے پہلے مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلم اول ماننا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ اور انصاف سے کام نہ لینے کے مترادف ہے، مگر موصوف کا رسالہ پڑھ کے معلوم ہوا کہ موصوف خیانت، تعارض وتعانداور کذب بیانی سے کام لے رہا ہے جس کو ہم تعقبات میں واضح کریں گے۔

وضاحت:

یہاں ایک بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت تھے جن کی عمر پاک میں بھی اختلاف ہے جمہور کا قول اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی خبر دیتا ہے کہ آپ اس وقت نابالغ تھے مگر اولیت اسلام کا قول اس طریقے سے جو بیان کیا گیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھے اور گھر والوں کو دعوت سب سے پہلے ہوتی ہے لہٰذا علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیاں موجود تھیں۔ حضرت زینب ورقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنھن اور حضرت زینب کی عمر اس وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، تقریباً دس سال تھی اور حضرت رقیہ کی عمر تقریباً سات آٹھ سال تھی مگر ان دونوں صاحبزادیوں کا ذکر رافضی نہیں کرتے۔ موصوف بھی اسی روش میں پھسل گئے اور گھر کے افراد میں سے حضرت علی جو چچا کے بیٹے تھے ان کا اسلام تو یاد رہا مگر حضرت رقیہ وزینب کا اسلام یاد نہیں رہا۔

حالانکہ مرد کے بالغ ہونے کی عمر تقریباً بارہ سال سے ہے اور عورت کے بالغ ہونے کی عمر نو سال سے ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا کہ وہ اسلام لا چکی تھیں مگر کیونکہ رافضی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے حضرت فاطمہ کے علاوہ کسی کے قائل نہیں ہے، مصنف بھی اسی مغالطہ میں مبتلا ہوئے۔ حضرت رقیہ کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی لہٰذا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ وہ نابالغی کی حالت میں اسلام لا چکے تھے تو بدرجہ اتم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جزء کا اسلام ثابت ہوگا۔ پھر جزء رسول جزء رسول کی رٹ لگانا اور پھر فقط اس کا انحصار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کرنا یہ بہت بڑی خیانت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جزء سے ناانصافی ہوگی۔

ترتیب رسالہ

اس رسالہ کی ترتیب یوں ہے: ایک مقدمہ اور دو باب

- مقدمہ میں تنقیح مسئلہ

الباب الاول میں ابو بکر صدیق کے مسلم اول ہونے پر روایات و آثار، اس میں پانچ فصلیں ہوں گی۔ (پنجتن پاک کی نسبت سے)

- فصل اول: احادیث مرفوعہ کا بیان۔
- فصل ثانی: احادیث موقوفہ کا بیان۔
- فصل ثالث: آثار کا بیان۔
- فصل رابع: عند المحدثین۔
- فصل خامس: عند المتکلمین۔

الباب الثانی میں موصوف کے رسالہ کا تعاقب۔

مقدمہ

اللہ کریم نے قرآن کریم میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت مختلف طرق سے بیان فرمائی۔ان فضائل عظیمہ میں سے ایک فضیلت عظیمہ ان کے ایمان کو معیار ایمان فرمایا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو اے محبوب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔[1]

امام ابوزرعہ اور صحابہ کی فضیلت:

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی شخصیت کو اجاگر کرتے ہوئے ان کے ساتھ عقیدت کو ایمان کا لازم قرار دیا اور فرمایا ان پر جرح کرنا اس بات کے مترادف ہوگا کہ وہ اسلام کو منہدم کر رہا ہے۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق، وذلك أن الرسول صلى الله عليه وسلم عندنا حق، والقرآن حق، وإنما أدى إلينا هذا القرآن والسنن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإنما يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة، والجرح بهم أولى وهم زنادقة.

ترجمہ: سلیمان تستری فرماتے کہ میں نے ابوزرعہ سے سنا۔ابوزرعہ فرماتے ہیں کوئی شخص جو صحابہ پہ تنقیص کر رہا ہو تو سمجھ لینا کہ یہ زندیق ہے۔اس کی دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں قرآن بھی حق ہے اور یہ حق قرآن وسنت پہنچانے والے ہمیں صحابہ کرام ہیں۔جو شخص ان پر جرح کرتا ہے لہٰذا وہ جرح ہمارے گواہوں پہ کر رہا ہے تاکہ وہ قرآن وسنت کو باطل کر سکے۔ان جرح کرنے والوں پر جرح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ زنادقہ میں سے ہیں۔[2]

صحابہ دین کی اساس:

امام بربہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

درست راستہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے جو جماعت سے اعراض کرے اور جماعت سے مفارقت اختیار کرے اس نے اپنے گلے سے اسلام کی رسی کو اتار دیا اور وہ گمراہ ہوا۔

۱۔البقرہ:۱۳۷

۲۔الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی، ص:۴۹

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماعت کی اساس کیا ہے؟

توعلامہ بربہاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جماعت کی اساسیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا طریقہ ہے اور اسی کو اہل سنت وجماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو شخص اس جماعت کے راستے سے دور ہوا تو گمراہ وبدعتی ہوا۔

علامہ بربہاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یوں ہیں:

فمن السنة لزوم الجماعة فمن رغب عن الجماعة وفارقها فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه وكان ضالا مضلا والاساس الذى تبنى عليه الجماعة وهم اصحاب محمد ﷺ رحمهم اجمعين وهم اهل السنة والجماعة فمن لم ياخذ عنهم فقد ضل وابتدع كل بدعة ضلالة واهلها فى النار.[۱]

یعنی سنت کے مطابق جماعت کی پابندی لازم ہے جس نے جماعت سے روگردانی کی اور اس کو چھوڑ دیا پس اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار دیا اور وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اور جس پر جماعت کی بنیاد قائم ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اہلسنت والجماعت ہیں پس جو شخص ان سے علم نہ لے وہ گمراہ وبدعتی ہوا ہر بدعت گمراہی ہے اور اس کا مرتکب جہنمی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان دین کی وہ اساس ہیں جن کے طریقے کو ترک کر دینے سے گمراہی لازم آتی ہے لہٰذا ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔

کسی بھی بدعقیدہ شخص کی صحبت سے احتراز لازم ہے۔

بدعقیدہ کی صحبت:

امام بربہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لاعلم ہونے کی حالت میں کسی بدعقیدہ کے ساتھ بیٹھ جائے تو اس کو سمجھانا چاہیے اور بچنے کی ترغیب دلانی چاہیے اگر کوئی اس کے باوجود بھی بیٹھے تو وہ صاحب ھواء میں سے ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں،

واذا رايت الرجل جالس مع رجل من اهل الاهواء فحذره وعرفه فان جلس معه بعد ما علم فاتقه فانه صاحب هوای.[۲]

اور جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ گمراہ یا (شیطانی خواہشات) والے شخص کے ساتھ بیٹھا ہے تو اس سے بچو اور اسے پہچانو اگر علم حاصل کرنے کے بعد بھی وہ اس کے ساتھ بیٹھا ہے تو اس سے بچو کیونکہ وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے۔

فائدہ:

کسی بدعتی وبدعقیدہ شخص کی صحبت اختیار کرنا زہر قاتل ہے جو ایمان کے لئے ہلاکت کا باعث ہے اور یہ صحبت کا وجود بالمشافہ مجالست کے ساتھ ضروری

۱۔ شرح السنۃ، ص:۵۹

۲۔ شرح السنۃ، ص:۱۱۲

نہیں اس صحبت کا تعلق تقریر بھی ہو سکتی ہے اور کسی مصنف کی کتاب کا مطالعہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کے پاس تعلیم و تعلم کے سلسلے میں ٹھہرنا ایمان کی ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من جالس صاحب بدعة لم يعط الحكمة.

جس شخص نے بدعتی شخص کی صحبت اختیار کی اس کو اللہ تعالیٰ علم نافع نہیں عطا فرمائے گا۔

آپ ہی کا فرمان دوسرا موجود ہے۔

لا تجلس مع صاحب بدعة فانى اخاف ان تنزل عليک اللعنة.

کہ بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھ مجھے خوف ہے کہ تجھ پر اللہ کی لعنت نازل ہو۔

آپ ہی فرماتے ہیں:

من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الاسلام من قلبه

کہ جس شخص نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے عمل ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نور اسلام نکال دے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من عظم صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام ومن تبسم فى وجه مبتدع فقد استخف بما انزل الله عزوجل على محمد.

کہ جس شخص نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں اعانت کی اور جو شخص بدعتی کے چہرے میں مسکراہٹ کا باعث بنا اس نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ہلکا سمجھا۔[۱]

سکھروی سے تعلیم حاصل کرنا ممنوع:

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم.[۲]

یعنی بیشک یہ علم دین ہے، تو دیکھو تم کس سے اپنا دین لیتے ہو۔

عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ الْأَهْوَاءِ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ، فَقَالَا: يَا أَبَا بَكْرٍ، نُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ؟ قَالَ: لَا. قَالَا: فَنَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: لَا، لَتَقُومَانِّ عَنِّي أَوْ لَأَقُومَنَّ. قَالَ: فَخَرَجَا، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: يَا أَبَا

۱۔ شرح السنۃ، ص:۱۲۸

۲۔ مقدمہ صحیح مسلم، سنن دارمی، رقم الحدیث:۴۳۸

بَكْرٍ، وَمَا كَانَ عَلَيْكَ أَنْ يَقْرَأَا عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى. قَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْرَأَا عَلَيَّ آيَةً فَيُحَرِّفَانِهَا، فَيَقِرُّ ذَلِكَ فِي قَلْبِي.[۱]

مفہوم: اسماء بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دو شخص اہل بدع میں سے امام ابن سیرین کے پاس آئے دونوں نے کہا کہ ہم آپ کو حدیث سنانا چاہتے ہیں فرمایا نہیں سننا چاہتا ان دونوں نے کہا: کتاب اللہ میں سے کوئی آیت سنانا چاہتے ہیں فرمایا نہیں سننا چاہتا اور فرمایا تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ یا پھر میں چلا جاتا ہوں جب آپ نے یہ کہا تو وہ دونوں چلے گئے۔ وہاں پر موجود کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں نے امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ نے ان کو حدیث وقرآن بیان کرنے سے کیوں منع کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ وہ کوئی آیت وحدیث پڑھتے اور دونوں میں تحریف کرتے اور ان میں سے کوئی بات وسوسے کا باعث بنتی، اس خوف سے میں نے کلام نہیں سنا۔

ماحصل:

ان تابعین کی عبارات سے معلوم ہوا کہ کسی بدعقیدہ کا کلام سننے سے اجتناب لازم ہے۔ آیت مبارکہ واحادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کوئی بھی بدعقیدہ انسان کا مصاحب نہیں ہونا چاہیے چہ جائے کہ وہ استاد ہو۔

تشکیک فی المسلمات:

اسلام میں تشکیک نہیں ہے، تشکیک پیدا کرنا یا تو الحاد ہونے سے ہے یا پھر فہم اسلام سے نامساعد ہونے کا مترادف ہے تشکیک فی الظاہر کے حوالے سے امام بحر العلوم فرماتے ہیں ممنوع ہے۔

فواتح الرحموت:

مقصود کو بیان کرنے سے پہلے یہ گزارش ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلم اول ہونے کا اطلاق احادیث مبارکہ میں مختلف ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کے حوالے سے بھی احادیثیں موجود ہیں اور سیدنا علی کے حوالے سے بھی روایات موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت خدیجہ، زید بن حارثہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی روایات موجود ہیں۔

جب ہمارے ائمہ کرام نے ان صوری تعارض میں بہت خوبصورت مطابقت پیدا فرما دی تو احباب کو کیا کثاوت قلبی ہے کہ وہ خواہ مخواہ اس بات کی رٹ لگاتے ہیں، پاکستان میں ایک ان کا سرغنہ جس کے سامنے موصوف نے بھی بڑے مؤدب انداز میں بیٹھنے کو اپنی سعادت اخروی سمجھا، گمراہ کے پاس گمراہ ہی کا بیٹھنا اپنی سعادت سمجھتا ہے، اس نے بھی اپنی رسواء زمانہ کتاب میں اسی افضلیت اسلام کو دلیل بنایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا، بس موصوف ایک نئی چال کھیلتے ہوئے کہ افضلیت مطلقہ کا تو میں قائل ہوں مگر اولیت اسلام جو روافض کی دلیل ہے اس کو مانتا ہوں مگر موصوف نے حکم نہیں بیان کیا معلوم نہیں کہ مصنف کے نزدیک افضلیت مطلقہ کے منکر کا کیا حکم ہے، اگر مصنف حق اور سچ بیان کریں تو افضلیت مطلقہ کا منکر تو اہلسنت سے خارج وگمراہ ہے۔ لہٰذا مصنف اپنے دائرہ کار میں دیکھ لیں اس کا کون کون منکر ہے اور اہلسنت سے خارج ہے، تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے مصنف حق اور سچ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور حق

۱۔ سنن دارمی، رقم الحدیث: ۴۱۱

وسچ کے لئے کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

اگر مصنف کہے افضلیت مطلقہ ابوبکر کا منکر میرے روحانی آباء میں سے کوئی نہیں ہے تو ہم ایک حوالہ پیش کیے دیتے ہیں۔

عبدالقادر اپنی کتاب زبدۃ التحقیق میں کہتا ہے:

افضلیت ابوبکر صدیق مذہب جمہور ہے جو کہ اسلام میں کوئی قانون ساز ادارہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر کسی بھی قطعیت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

اور کہیں کہتا ہے:

فضل کلی وفضل جزئی وافضلیت مطلقہ کی اصطلاحیں اختراعی ہیں اور بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں جن کا سنیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ [۱]

عبدالقادر نے اپنی کتاب میں جن دلائل کو بنیاد بنایا ان میں سے ایک بنیادی دلیل یہ بھی تھی کہ علی سب سے پہلے مسلمان ہوئے، قارئین سے گذارش کروں گا کہ یہ درد روافض و تفضیلیوں کا پُرانا ہے جو آج نئی شکل میں موصوف (سکھروی) سے ظاہر ہوا، جب ہمارے ائمہ نے خوبصورت تطبیق دی تو کون سا درد ہے جو ان کو بار بار ہوتا ہے اور یہ لکھنے پہ مجبور کرتا ہے۔

تعارض اور اس کا قاعدہ:

جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو یاد رہے وہ تعارض بظاہر ہوتا ہے تعارض حقیقی نہیں ہوتا، جبکہ تعارض حقیقی ناسخ و منسوخ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔

قاعدہ عندالاحناف:

احناف کے نزدیک پہلے نسخ دیکھا جاتا ہے اگر نسخ نہ ملے تو راجح مرجوح دیکھیں گے، اگر ترجیح کی صورت نہ ہو تو دونوں میں تطبیق دیں گے۔

عندالشوافع:

تعارض ہو تو تطبیق دی جائے گی اگر تطبیق ناممکن ہو تو نسخ کو اختیار کیا جائے گا، اگر نسخ ناممکن ہو تو ترجیح ہوگی وگرنہ تساقط ہوگا۔

مانحن فیہ:

جن احادیث مبارکہ میں بظاہر تعارض لگ رہا ہے کہ اول مسلم کا مایطلق علیہ کون ہے ابوبکر وعلی وخدیجہ وزید بن حارثہ وبلال رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ کیونکہ ہر ایک کے متعلقہ اول مسلم کے الفاظ منقول ہیں، ان میں نسخ تو ناممکن ہے تو لہٰذا ترجیح ہوگی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لے کر آئے اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لے کر آئیں اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لے کر آئے اور غلاموں میں سے سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لے کر آئے اور آزاد کردہ غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لے کر آئے۔ لہٰذا ملحوظ اپنے اپنے اعتبار سے ہے فلہٰذا تعارض نہیں۔ کیونکہ اتصاف خارجی کا وجود حقیقی اس کا ترتب بھی اسی لحاظ سے ملحوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا عقل ونقل کے بھی مطابق ہے اور قرین انصاف بھی یہی ہے کہ اس کی تطبیق ائمہ و محدثین و متکلمین کے منہج کے مطابق رکھی جائے۔

۱۔ زبدۃ التحقیق، صفحہ ۲۰

قارئین کرام کو مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مؤمن اول ہونے میں کسی قسم کا کوئی تردد نہیں جس طرح کہ باقی کے متعلق۔ مصنف کا اس بات سے منحرف ہونا کسی کج فہمی پر دلالت کرتا ہے پھر مصنف کا مرد کا اطلاق کرنا یا تو علم سے ناآشنا ہونے کی علامت ہے یا ناپاک ارادہ کا متقاضی ہے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے پر مرد کا اطلاق قرین انصاف نہیں۔

مصنف نے تعامل امت پر تشکیک کرنے کی کوشش کی جس بات پر تعامل امت چلا آرہا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں اول اسلام لے کر آئے اس کے خلاف بات کرنا ناممسوع ہے اور ناپاک ارادہ کی علامت ہے۔

لوگ تشکیک ایسے ہی پیدا کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں:

- اسلام اولاً علی لے کر آئے۔
- نماز اولاً علی نے پڑھی۔
- علم ہونے کا اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے۔
- بمنزلہ ہارون علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام ہونے کا اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے۔
- امام المسلمین ہونے کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔
- شروع کے سات سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا۔

اس طرح کی دوسری باتیں جو ادھوری پیش کی جاتی ہیں، یہ دھوکہ و فریب کہ ہم افضلیت مطلقہ تو مانتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے، یہ نہیں مانتے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ باپ کو باپ تو مانتا ہوں لیکن اس کے حقوق نہیں مانتا۔

دوسری بات مصنف کا اپنے رسالہ کا نام "مسلم اول شہ مرداں" رکھنا یا خیانت یا کذب ہے۔ کیونکہ ائمہ نے جب تطبیق دے دی تو اس سے انحراف کی صورت مصنف کی کج فہمی پر دلالت کرتی ہے اور وہ بھی نیک شریف انسان سے کہ جو سابقہ در پردہ صحابہ پر طعن کر چکا ہو جبکہ حقیقت یہ کہ اول مسلمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔ جس کا اقرار مصنف کو بھی ہے مگر اسی کو دجل اور فریب کہا جاتا ہے کہ مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا چاہا مگر مسلمہ اولہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پاک کا ذکر بھی نہ ہونے کے برابر کیا۔ پھر مصنف نے اولیت حقیقیہ کا فریب بھی رچایا اور اس کا اطلاق بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیا۔ کیسا تناقض ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اول حقیقی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اول حقیقی قطع نظر کسی حیثیت کے۔

تنبیہ:

اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا اسلام لائے وہ بچے تھے زیر کفالت تھے۔

پہلی بات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ زیر کفالت ہونے کی حالت میں ایمان لائے، جبکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت نہیں تھے۔ اس بات کا اقرار مصنف کو بھی ہے اور بہت سارے۔

دوسری بات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے بچپن کی حالت میں جن کی عمر میں اختلاف ہے اسلام کے وقت ان کی عمر پاک آٹھ سال بنتی ہے۔ اس وقت کا اسلام معتبر ہے یا نہیں فقیر اس کی جسارت نہیں رکھتا نہ ہی اسے لابشرط شی سے بناتا ہے نہ ہی بشرط لاشی سے بناتا ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے بالغ، عاقل تھے۔ اور ان کا ایمان بشرط شی ہے۔

تیسری بات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا ایمان لائے ایمان کو ظاہر نہیں کیا اس کی حکمت بھی کتابوں میں منقول ہے مگر ظاہر نہیں فرمایا۔ جبکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے علی الاعلان ظاہر فرمایا۔

چوتھی بات:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس وقت ایمان لائے اس وقت وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مدد واعانت نہ فرما سکتے تھے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر اعتبار سے مدد واعانت فرما سکتے تھے۔

پانچویں بات:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام کی گواہی مرفوع حدیث سند صحیح کے ساتھ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاً مسلم ہونے کی گواہی کی بعض اسانید میں ضعف ہے۔

یہ پانچ باتیں پنجتن پاک کی نسبت سے مابین بہت سارے فرق کو واضح کر رہی ہیں اور مسلم اول کی قوت پر شد و مد سے دلالت متبینہ کر رہی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان و مال سے اعانت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں مجھے سب سے زیادہ بہادر شخص کے بارے میں بتاؤ۔ لوگوں نے کہا: آپ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نہیں۔ لوگوں نے پوچھا! پھر بہادر کون؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میں نے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے پکڑا تھا ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے کو ابھار رہا تھا اور دوسرا کسی اور کو اور وہ کہہ رہے تھے: تم ہو جس نے تمام معبودوں کو ایک بنا دیا۔ اللہ کی قسم! کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ ہوا اس وقت ابوبکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے ایک کو مارتے دوسرے کو مارتے اور یہ کہتے کہ تم برباد ہو۔ کیا تم ایک شخص کو اسی لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ [1]

فائدہ:

یہاں دو باتیں ہیں ایک تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب نہ ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریب ہوئے، معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت چھوٹے تھے نابالغ تھے کیونکہ بالغ کہنے کی جسارت نہیں اور نہ ہی عقل کے موافق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالغ ہوں اور قریب جانے سے گھبرا رہے ہو۔ دوسری بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نابالغی کی حالت میں اسلام لیکر آئے اس وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے پریشان کیا تو کافی وقت نبوت کا گزر چکا تھا مگر حضرت علی

۱۔ مسند بزار، رقم الحدیث: ۷۶۱

رضی اللہ عنہ اس وقت بھی نابالغ تھے تو معلوم ہوا کہ جتنے دوسرے اقوال ہیں وہ مرجوح ہیں اور راجح قول یہی بنتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر سات آٹھ سال تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اولیت:

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔
- سب سے پہلے اسلام کا خطبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا۔
- سب سے پہلے اسلام کی خاطر لڑائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لڑی۔
- اپنے باپ سے سخت کلامی (جس وقت وہ اسلام نہیں لائے تھے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی۔
- سب سے پہلے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔
- قرآن میں بالخصوص جس کی سب سے پہلے فضیلت بیان ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔
- قرآن کو ترتیب دینے میں اولین کردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔
- سب سے پہلے صحابی ہونے کا اطلاق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا۔
- سب سے پہلے قرآن نے جس کو صحابی کہا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔
- سب سے پہلے قرآن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
- سب سے پہلے مال کے ذریعے مدد کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

تنبیہ:

میں کون ہوتا ہوں کہ ان کے ایمان میں تقابل کروں میں تو اہل سادات جو مسلک حقہ ثابتہ پر ہیں ان کے ایمان کے تقابل کا بھی متقاضی نہیں ہوں چہ جائیکہ ان کے ایمان میں تقابل کیا جائے، مگر یہ باتیں وہی جو منقول ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تاجدار صداقت کے درمیان وہی لکھا جو ائمہ نے فرمایا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے ثابت ہوا۔

جب اولیت خود شیر خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمادی، ہم نے اس کو تسلیم کیا اس میں چوں چراں کے کوئی متحمل نہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

میں قارئین سے گزارش کروں گا کہ رسالہ کو انصاف کی نظر سے مطالعہ فرمائیے اگر کہیں بھی مسلک حق کے مخالف کسی بات پر مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں۔

فصل اول

مرفوع احادیث:

پہلی حدیث:

أَخْبَرَنَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ دَرَسْتَوَيْهِ الفارِسِيُّ، ثنا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيانَ الفارِسِيُّ، ثنا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نافِعٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهاجِرِ، عَنِ العَبّاسِ بْنِ سالِمٍ، عَنْ أَبِي سَلّامٍ، عَنْ أَبِي أُمامَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، قالَ

حضرت سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي أَوَّلِ ما بُعِثَ وهُوَ بِمَكَّةَ، وهُوَ حِينَئِذٍ مُسْتَخْفٍ،

میں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی بعثت کے شروع کے دنوں میں آیا، اس وقت آپ ﷺ مکہ میں تھے اور اعلانیہ تبلیغ کا اظہار نہیں فرما رہے تھے۔

فَقُلْتُ: میں نے عرض کی، ما أَنْتَ؟ آپ کون ہیں؟

قالَ: «أَنا نَبِيٌّ» رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا نبی ہوں۔

قُلْتُ: وما نَبِيٌّ؟ میں نے عرض کی نبی کون ہوتا ہے؟

قالَ: «رَسُولُ اللهِ» فرمایا: وہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک خاص بندہ ہوتا ہے۔

قُلْتُ: آللهُ أَرْسَلَكَ؟ میں نے عرض کی کیا اللہ تعالی نے آپ کو بھیجا ہے؟

قالَ: «نَعَمْ» آپ ﷺ نے فرمایا: جی بالکل۔

قُلْتُ: بِما أَرْسَلَكَ؟ میں نے عرض کی اللہ تعالی نے آپ کو کس چیز کے لئے بھیجا ہے؟

قالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ، وتَكْسِرَ الأَوْثانَ والأَدْيانَ، وتُوصِلَ الأَرْحامَ» آپ ﷺ نے فرمایا: (اس لئے کہ) تم اللہ تعالی کی عبادت کرو، بتوں کو اور باقی ادیان باطلہ کو چھوڑ دو اور صلہ رحمی کرو۔

قُلْتُ: نِعَمَ، ما أَرْسَلَكَ بِهِ، میں نے عرض کی بہت خوب ہے جس کام کے لئے آپ کو اللہ تعالی نے بھیجا ہے۔

قُلْتُ: فَمَن يَتْبَعُكَ عَلى هَذا؟، میں نے عرض کی کسی نے آپ کی اتباع کی؟

قالَ: «عَبْدٌ وحُرٌّ» - يَعْنِي أَبا بَكْرٍ وبِلالاً آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور بلال نے۔

فَكانَ عَمْرٌو يَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وأَنا رُبُعُ، أَوْ رابِعُ الإِسْلامِ، حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام

لانے والوں میں سے چوتھا میں ہوں۔

قَالَ: فَأَسْلَمْتُ. فرماتے ہیں کہ میں اسلام لے آیا۔

قُلْتُ: أَتبَعُكَ يا رَسُولَ اللهِ، میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی پیروی کرتا ہوں۔[۱]

فائدہ:

یہ حدیث کا متن فی اول مابعث کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے، تو معلوم ہوا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو ثابت رکھا ہے، حدیث نمبر: ۸۳۲ قارئین کرام اس میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ "اول ما بعث" کے الفاظ موجود ہیں، سرکار ﷺ نے اس کا جواب دیا کہ سب سے پہلے اتباع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

اس کی سند کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے صحیح کہا ہے اور فرمایا کہ یہ شرط شیخین پر موجود ہے۔

مصنف کی کذب بیانی:

مصنف نے کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا کہ کوئی مرفوع حدیث پاک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اول اسلام پر نہیں ہے۔ حالانکہ خود رسول کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ سب سے پہلے اتباع کرنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ میرے آقائے کریم ﷺ فصاحت وبلاغت کے امام تھے آپ نے سائل کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اللہ مصنف کی کج روی کو دور فرمائے اور ہدایت دے۔

قارئین کے افادہ عام کے لئے سند پر بحث کرنا چاہوں گا:

سند کے رواۃ:

عبداللہ بن جعفر بن درستویہ، یعقوب بن سفیان، ربیع بن نافع حلبی، محمد بن مہاجر، عباس بن سالم، ابی امامہ باہلی، عمرو بن عبسۃ

پہلا راوی، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں فرمایا: ثقۃ ثقۃ، یہ تاکید مزید ثقاہت کو بیان کر رہی ہے۔[۲]

اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں اس کا ترجمہ یوں نقل فرمایا: "کہ ان سے دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے احادیث لی ہیں۔"

۱۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتابوں میں منقول ہے تفصیلاً اس حدیث کے مطالعہ کے لئے ان کی طرف مراجعیت کی جائے،

تخریج: مستدرک للحاکم: ج ۴، ص ۱۶۵، دلائل النبوہ: ۲/۱۶۷، التمہید لمافی المؤطا: ۴/۵۵، البدایہ والنہایہ: ۴/۷۹، تعظیم قدر الصلاۃ: ۵۲۰، سیرت نبویہ لابن کثیر: ۱/۴۴۲، منمق فی اخبار قریش: ۱/۲۲۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱/۱۶۳، امتاع الاسماع: ۹/۹۶، سنن صغیر: ۱/۳۴۲، اتحاف المہرہ: ۱۲/۵۰۴۔

۲۔ میزان الاعتدال: 401/2

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی ثقاہت کو بیان فرمایا اور کبار محدثین میں شمار کیا ہے۔[1]

دوسرا راوی، یعقوب بن سفیان:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیر میں فرماتے ہیں:

الامام الحافظ الحجۃ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے احادیث لی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لا باس به.[2]

تیسرا راوی، ربیع بن نافع حلبی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الإمام، الثقة، الحافظ، بقية المشايخ، قال أبو حاتم: ثقة، حجة.[3]

مزید امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو ابدال میں سے شمار کیا گیا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محدثین نے ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

چوتھا راوی، محمد بن مہاجر رحمۃ اللہ علیہ:

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن حبان نے اس کی ثقاہت کو بیان کیا ہے بلکہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن حبان نے ثقاہت کے ساتھ ساتھ متقن بھی فرمایا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے المفرد میں بھی اس سے روایت لی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے متعلق لا باس به فرمایا اور دیگر محدثین نے بھی ان سے روایت لی ہیں۔[4]

پانچواں راوی، عباس بن سالم رحمۃ اللہ علیہ:

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ و ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقہ فرمایا ہے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الثقات میں ثقہ شمار کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ و ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایات لی ہیں۔[5]

چھٹا راوی، ابی امامہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۵۳۲/۱۵

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۷۱/۱۳

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ط الرسالۃ، ۱۰/۶۵۳

۴۔ تہذیب الکمال: ۵۱۷/۲۶

۵۔ تہذیب الکمال: ۲۱۲/۱۴

صحابی رسول ﷺ ہیں۔

ساتواں راوی، عمرو بن عبسہ رحمۃ اللہ علیہ:

بدری صحابی ہیں۔

مولوی صاحب آپ نے تو کہا تھا کہ کوئی مرفوع حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام میں نہیں ہے۔ یا تو آپ نے خیانت کی یا کذب سے کام لیا یا مذموم مقاصد کی بناء پر یہ فیصلہ کیا، اب یہ آپ پر منحصر ہے۔

دوسری مرفوع حدیث:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَمَّادٍ الآمُلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ وَبَرَةَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الحَارِثِ، قَالَ: قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ، وَأَبُو بَكْرٍ.

ترجمہ: حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمار سے سنا فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا جب ان کے ساتھ کوئی اور نہیں تھا مگر پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ (۱)

پانچ غلام: بلال، زید بن حارثہ، عامر بن فہیرہ، ابو فکیہہ، شکران یا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔

دو عورتیں: حضرت خدیجہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہما۔ (۲)

قارئین کرام! اب آپ خود انصاف فرمائیے یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور سند صحیح کے ساتھ اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا، جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام پر دلالت کر رہی ہے۔

تیسری حدیث:

عن علي قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لأبي بكر يا أبا بكر إن الله أعطاني ثواب من آمن بي منذ خلق آدم إلى أن بعثني وإن الله أعطاك يا أبا بكر ثواب من آمن بي منذ بعثني إلى أن تقوم الساعة.

ترجمہ: مولی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ بے شک اللہ تعالی نے حضرت آدم سے لیکر میری بعثت تک ان تمام کا ثواب جو مجھ پر ایمان لائے مجھے عطا کیا۔ اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالی نے تجھے ہر اس شخص کے ایمان لانے کا ثواب جو میری بعثت سے لیکر قیامت تک مجھ پر ایمان لائے گا تجھے عطا فرمایا۔ (۳)

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ اولاً حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ایمان لیکر آئے۔ لیکن یہ حدیث پاک اسی صاحب صدر کے لئے واضح

۱۔ الصحیح البخاری: حدیث نمبر: ۳۸۵۷

۲۔ التوشیح شرح جامع الصحیح: ۲۳۲۲/۶

۳۔ تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۱۸/۳۰

ہوگی جسے اللہ تعالیٰ انشراح صدر دے گا۔ طواغیہ کے لئے اس حدیث کے معنیٰ و مفہوم میں اولیت ثابت نہیں ہوگی۔

چوتھی حدیث:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الحُصَيْنِ التَّمِيمِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ: «ما دَعَوْتُ أَحَدًا إِلى الإِسْلامِ إِلّا كانَتْ عَنْهُ كَبْوَةٌ وتَرَدُّدٌ ونَظَرٌ إِلّا أَبا بَكْرٍ ما عَتَّمَ مِنهُ حِينَ ذَكَرْتُهُ وما تَرَدَّدَ فِيهِ.

مفہوم: نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جس کو بھی اسلام کی طرف دعوت دی اس نے تردد کیا سوائے ابوبکر کے۔[۱]

یہ حدیث مبارکہ عقل و نقل دونوں کے مطابق و موافق ہے۔قال ابو احمد اسناده حسن.

یہ حدیث پاک مختلف محدثین نے اپنی کتاب میں درج فرمائی اس کی اسانید میں کلام ہے مگر جو سند انساب الاشراب میں نقل کی گئی ہے وہ حسین بن اسود عجلی کے علاوہ تمام ثقہ لوگ ہیں۔ مگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حسین بن اسود عجلی صدوق، اس کو مرسل کہا گیا ہے مگر احناف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

پانچویں حدیث:

عن الحارث عن علي قال: لما خطبت بنت أبي جهل ابن هشام وجد النبي ﷺ موجدة فرأيت في وجهه فخرجت إلى أبي بكر فأخذت بيده فأدخلته على رسول الله ﷺ، فلما رأى النبي ﷺ أبا بكر مقبلا تهلل وجه النبي ﷺ فرحا فقلت: يا رسول الله! رأيت فى وجهك ما أكره فلما نظرت إلى أبي بكر تهلل وجهك إليه فرحا! فقال النبي ﷺ: "ما يمنعني أن تهلل وجهي إلى أبي بكر فرحا وأبوبكر أول الناس إسلاما، وأقدمهم إيمانا، وأطولهم صمتا وأكثرهم مناقب، رفيقي في الهجرة إلى المدينة، وأنيسي في وحشة الغار، ومن بعد ذلك ضجيعي في قبري، كيف لا يتهلل وجهي إلى أبي بكر فرحا" "الزوزني"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ملال تھا۔ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف گیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر رسول کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا جب رسول کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے تو آپ کے چہرہ پر ملال کو پایا تو مجھے بُرا لگا مگر جیسے ہی آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ کا چہرہ کھل اٹھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کوئی چیز مجھے منع نہیں کرتی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھوں اور میرا چہرہ خوشی سے نہ کھلے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام و ایمان لیکر آئے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ خاموش طبع ہیں جن کے مناقب کثیرہ ہیں، مدینے کی طرف ہجرت میں میرا رفیق ہے اور جو وحشت غار میں جس کے ساتھ میری انیست تھی اور اس کے بعد قبر میں بھی میرا پڑوسی ہوگا تو کیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر میرا چہرہ کھل نہ اٹھے۔[۲]

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱۶۴/۲

۲۔ کنز العمال: 516/12

فائدہ:

قال ابو احمد اسناده حسن.

فصل ثانی

موقوف احادیث:

پہلی حدیث:

حَدَّثَنا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ، قالَ: حَدَّثَنا عُقْبَةُ بْنُ خالِدٍ، قالَ: حَدَّثَنا شُعْبَةُ، عَنِ الجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قالَ: قالَ أَبُو بَكْرٍ: أَلَسْتُ أَحَقَّ النّاسِ بِها؟ أَلَسْتُ أَوَّلَ مَن أَسْلَمَ؟ أَلَسْتُ صاحِبَ كَذا، أَلَسْتُ صاحِبَ كَذا؟

هَذا حَدِيثٌ قَدْ رَواه بَعْضُهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قالَ: قالَ أَبُوبَكْرٍ، وهَذا أَصَحُّ.[1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں لوگوں میں سب سے زیادہ اس بات کا حقدار نہیں؟ کیا میں لوگوں میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا؟ کیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت وغار ثور میں مصاحب نہیں تھا؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث اصح الاسانید ہے یہ الفاظ شاید مولانا کی ہدایت کا سبب بن جائیں۔

دوسری حدیث:

فرمانِ مولا علی رضی اللہ عنہ ہے:

حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ صالِحٍ العَدَوِيُّ، قالَ: نا أَحْمَدُ بْنُ يَزِيدَ، قالَ: نا عُمَرُ بْنُ إبْراهِيمَ الهاشِمِيُّ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُسَيْرِ بْنِ صَفْوانَ صاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قالَ: لَمّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ سَجَوْهُ بِثَوْبٍ فارْتَجَّتِ المَدِينَةُ بِالبُكاءِ ودُهِشَ النّاسُ كَيَوْمِ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وجاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طالِبٍ مُسْرِعًا مُسْتَرْجِعًا وهُوَ يَقُولُ: اليَوْمَ انْقَطَعَتْ خِلافَةُ النُّبُوَّةِ حَتّى وقَفَ عَلى بابِ البَيْتِ الَّذِي فِيهِ أَبُوبَكْرٍ فَقالَ: رَحِمَكَ اللهُ أَبا بَكْرٍ كُنْتَ أَوَّلَ القَوْمِ إسْلامًا، وأَخْلَصَهُمْ إيمانًا، وأَشَدَّهُمْ يَقِينًا، وأَخْوَفَهُمْ للهِ، وأَعْظَمَهُمْ غِناءً، وأَحْوَطَهُمْ عَلى رَسُولِهِ، وأَحْدَبَهُمْ عَلى الإسْلامِ، وآمَنَهُمْ عَلى أَصْحابِهِ، وأَحْسَنَهُمْ صُحْبَةً، وأَفْضَلَهُمْ مَناقِبَ، وأَكْثَرَهُمْ سَوابِقَ، وأَرْفَعَهُمْ درَجَةً، وأَقْرَبَهُمْ مِن رَسُولِهِ، وأَشْبَهَهُمْ بِهِ هَدْيًا، وخُلُقًا وسَمْتًا، وأَوْثَقَهُمْ عِنْدَهُ، وأَشْرَفَهُمْ مَنْزِلَةً، وأَكْرَمَهُمْ عَلَيْهِ، فَجَزاكَ اللهُ عَنِ الإسْلامِ وعَنْ رَسُولِهِ، وعَنِ المُسْلِمِينَ خَيْرًا، صَدَّقْتَ رَسُولَ اللهِ حِينَ كَذَّبَهُ النّاسُ فَسَمّاكَ فِي كِتابِهِ صَدِّيقًا، فَقالَ: ﴿والَّذِي جاءَ بِالصِّدْقِ﴾ (الزمر: ۳۳) مُحَمَّدٌ، وصَدَّقَ بِهِ أَبُوبَكْرٍ وآسَيْتَهُ حِينَ بَخِلُوا، وقُمْتَ مَعَهُ حِينَ عَنْهُ قَعَدُوا، وصَحِبْتَهُ فِي الشِّدَّةِ أَكْرَمَ الصُّحْبَةِ، والمُنَزِّلُ عَلَيْهِ السَّكِينَةَ رَفِيقُهُ فِي الهِجْرَةِ ومَواطِنِ الكُرْبَةِ، خَلَفْتَهُ فِي أُمَّتِهِ بِأَحْسَنِ الخِلافَةِ، حِينَ ارْتَدَّ النّاسُ، وقُمْتَ بِدِينِ اللهِ قِيامًا لَمْ يَقُمْهُ خَلِيفَةُ نَبِيٍّ قَطُّ، قَوِيتَ حِينَ ضَعُفَ

۱۔ ترمذی: ۳۶۶۷

أَصْحابُكَ، ونَهَضْتَ حِينَ وهَنُوا، ولَزِمْتَ مَناهِجَ رَسُولِهِ بِرَغْمِ الْمُنافِقِينَ وغَيْظِ الكافِرِينَ، وقُمْتَ بِالأَمْرِ حِينَ فَشَلُوا بِنُورِ اللّٰهِ إِذْ وقَفُوا كُنْتَ أَعْلاهُمْ فَوْقًا وأَقَلَّهُمْ كَلامًا، وأَصْوَبَهُمْ مَنطِقًا، وأَطْوَلَهُمْ صَمْتًا، وأَبْلَغَهُمْ قَوْلًا، وكُنْتَ أَكْبَرَهُمْ رَأْيًا، وأَشْجَعَهُمْ قَلْبًا، وأَشَدَّهُمْ يَقِينًا، وأَحْسَنَهُمْ عَمَلًا، وأَعْرَفَهُمْ بِالأُمُورِ. كُنْتَ لِلدِّينِ يَعْسُوبًا وكُنْتَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَبًا رَحِيمًا إذا صارُوا عَلَيْكَ عِيالًا فَحَمَلْتَ أَثْقالَ ما عَنْهُ ضَعُفُوا، وحَفِظْتَ ما أَضاعُوا، ورَعَيْتَ ما أَهْمَلُوا، وصَبَرْتَ إِذْ جَزَعُوا فَأَدْرَكْتَ آثارَ ما طَلَبُوا ونالُوا بِكَ ما لَمْ يَحْتَسِبُوا، كُنْتَ عَلى الكافِرِينَ عَذابًا صَبًّا ولِلْمُسْلِمِينَ غَيْثًا وخَصْبًا فُطِرْتَ بِغِناها وقِرْتَ بِحِماها وذَهَبْتَ بِفَضائِلِها وأَحْرَزْتَ سَوابِقَها لَمْ تَقْلُلْ حُجَّتُكَ، ولَمْ يَزِغْ قَلْبُكَ، ولَمْ تَضْعُفْ بَصِيرَتُكَ، ولَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ. كُنْتَ كالجَبَلِ لا تُحَرِّكُهُ العَواصِفُ، ولا تُزِيلُهُ القَواصِفُ. كُنْتَ كَما قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَمِنَ النّاسُ عَلَيْهِ فِي صُحْبَتِكَ وذاتِ يَدِكَ وكَما قالَ: ضَعِيفًا فِي بَدَنِكَ قَوِيًّا فِي أَمْرِ اللّٰهِ مُتَواضِعًا عَظِيمًا عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ جَلِيلًا فِي (١٤٠) الأَرْضِ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيكَ مَهْمَزٌ، ولا لِقائِلٍ فِيكَ مَغْمَزٌ، ولا فِيكَ مَطْمَعٌ، ولا عِنْدَكَ هَوادَةٌ لِأَحَدٍ، الضَّعِيفُ الذَّلِيلُ عِنْدَكَ قَوِيٌّ حَتّى تَأْخُذَ لَهُ بِحَقِّهِ، القَوِيُّ العَزِيزُ عِنْدَكَ ذَلِيلٌ ضَعِيفٌ حَتّى يُؤْخَذَ مِنهُ الحَقُّ، والقَرِيبُ والبَعِيدُ عِنْدَكَ فِي ذَلِكَ سَواءٌ. شَأْنُكَ الحَقُّ والصِّدْقُ والرِّفْقُ قَوْلُكَ فَأَقْلَعْتَ وقَدْ نُهِجَ السَّبِيلُ واعْتَدَلَ بِكَ الدِّينُ، وقَوِيَ الإِيمانُ وظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ ولَوْ كَرِهَ الكافِرُونَ. فَسَبَقْتَ واللّٰهِ سَبْقًا بَعِيدًا وأَتْعَبْتَ مَن بَعْدَكَ إِتْعابًا شَدِيدًا وفُزْتَ بِالجَنَّةِ وعَظُمَتْ رَزِيَّتُكَ فِي السَّماءِ، وهَزَّتْ مُصِيبَتُكَ الأَنامَ فَإِنّا لِلّٰهِ، وإِنّا إِلَيْهِ راجِعُونَ، رَضِينا عَنِ اللّٰهِ قَضاءَهُ وسَلَّمْنا لِلّٰهِ أَمْرَهُ، فَلَنْ يُصابَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِكَ أَبَدًا كُنْتَ لِلدِّينِ عُدَّةً وكَهْفًا، ولِلْمُسْلِمِينَ حِصْنًا وفِئَةً وأُنْسًا، وعَلى الْمُنافِقِينَ غِلْظَةً وغَيْظًا، فَأَلْحَقَكَ اللّٰهُ بِنَبِيِّكَ، ولا حَرَمَنا اللّٰهُ أَجْرَكَ، ولا أَضَلَّنا بَعْدَكَ، قالَ: وسَكَتَ النّاسُ حَتّى قَضى كَلامَهُ ثُمَّ بَكى أَصْحابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وقالُوا: صَدَقْتَ يا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.[1]

ترجمہ: ہم سے محمد بن صالح العدوی نے روایت کیا، انہوں نے کہا ہم سے احمد بن یزید نے روایت کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمر بن ابراہیم ہاشمی نے روایت کیا، انہوں نے کہا عبد الملک بن عمیر نے اسیر بن صفوان سے روایت کیا جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے کہا: جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا، پھر مدینہ رونے سے ہل گئی اور لوگ اسی طرح حیران و پریشان ہو گئے جیسے دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جلدی جلدی اور استرجاع پڑھتے ہوئے آئے اور وہ کہتے تھے: آج نبوت کی خلافت کاٹ دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے جس میں ابوبکر تھے اور کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اے ابوبکر! آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے، سب سے زیادہ خالص ایمان والے تھے، سب سے زیادہ یقین رکھنے والے تھے، سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے، سب سے زیادہ نفع دینے والے تھے، اپنے رسول کے سب سے بڑے محافظ تھے،

ا۔ مسند البزار: رقم الحدیث: ۹۲۸۔ ۱۳۸/۳، جامع الاحادیث: ۴۸۱/۳۱

اسلام پر سب سے زیادہ جھکنے والے تھے، صحابہ کے درمیان سب سے زیادہ امانت دار تھے، اور سب سے بہتر ساتھی تھے۔ آپ سب سے زیادہ نمایاں فضیلت والے تھے، سب سے زیادہ سابقہ نیکیاں رکھنے والے تھے، سب سے بلند درجے والے تھے، رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریب تھے، ہدایت، اخلاق اور صورت میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ تھے، سب سے زیادہ ان کے نزدیک ثقہ تھے، سب سے زیادہ بلند مرتبہ والے تھے، سب سے زیادہ ان پر مکرم تھے۔ پس اللہ آپ کو جزادے اسلام کی طرف سے، اس کے رسول کی طرف سے اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو سچا کہا جب لوگوں نے ان کو جھٹلایا، تو آپ کو اللہ نے اپنی کتاب میں صدیق کہا اور فرمایا: "اور وہ جو لایا سچائی اور اس کی تصدیق کی" (الزمر: ۳۳)، تو وہ محمد ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق ابوبکر نے کی۔ اور جب لوگوں نے بخل کیا تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کو سہارا دیا، اور جب لوگ ان کے خلاف کھڑے ہوئے تو آپ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے، اور سختی کے وقت آپ نے سب سے بہتر ساتھ دیا۔ جب ان پر سکینت نازل ہوئی تو آپ ان کے ساتھی تھے ہجرت میں اور پریشانی کے مقامات میں۔ آپ نے ان کی امت میں سب سے بہترین خلافت قائم کی جب لوگ مرتد ہو گئے تھے، آپ نے دینِ اللہ کو اس طرح قائم کیا جس طرح کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں کیا، آپ مضبوط ہوئے جب آپ کے ساتھی کمزور ہو گئے، آپ کھڑے ہوئے جب وہ سُست ہو گئے، آپ نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو لازم پکڑا، منافقوں کی ناخوشی اور کافروں کے غیظ کے باوجود۔ آپ نے اس وقت دین کا کام سنبھالا جب دوسرے ناکام ہو گئے، اللہ کے نور سے آپ سب سے بلند تھے اور سب سے کم گو، آپ کی گفتگو سب سے زیادہ درست، آپ کا سکوت سب سے طویل، آپ کا قول سب سے بلیغ تھا۔ آپ سب سے بڑا رائے رکھنے والے، سب سے بہادر دل والے، سب سے زیادہ یقین والے، سب سے اچھے عمل والے، سب سے زیادہ امور کو جاننے والے تھے۔ آپ دین کے لیے ستون تھے، مومنوں کے لیے مہربان باپ تھے، جب وہ آپ کے ذمہ دار ہو گئے تو آپ نے ان کے بوجھ اٹھائے جن سے وہ عاجز آ گئے، ان کی حفاظت کی جسے انہوں نے ضائع کیا، ان کی نگہداشت کی جسے انہوں نے چھوڑ دیا، آپ صبر کرتے جب وہ گھبرا گئے، تو آپ نے ان کے مقاصد کو پورا کیا اور وہ آپ کے ذریعے اس چیز تک پہنچے جس کا انہوں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔ آپ کافروں پر سخت عذاب تھے اور مسلمانوں پر رحمت اور فراخی تھے۔ آپ ان کے مال کے مالک ہوئے، ان کے حصار کے محافظ ہوئے، ان کے فضائل کے ساتھ آگے بڑھے، آپ نے ان کی سبقت کو محفوظ کیا۔ آپ کی دلیل کبھی کمزور نہ ہوئی، آپ کا دل کبھی نرم نہ پڑا، آپ کی بصیرت کبھی کمزور نہ ہوئی، آپ کی جان کبھی بزدل نہ ہوئی۔ آپ پہاڑ کی طرح تھے جسے طوفان نہ ہلا سکیں اور نہ آندھیاں گرا سکیں۔ آپ ایسے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ آپ پر امن میں تھے آپ کی صحبت میں اور آپ کے مال میں۔ اور جیسا فرمایا: آپ جسم میں کمزور تھے مگر اللہ کے کام میں قوی تھے، مسلمانوں کے نزدیک متواضع تھے مگر ان کے درمیان عظیم تھے، زمین پر جلیل القدر تھے۔ کوئی شخص آپ پر الزام نہ رکھ سکتا تھا، کوئی قائل آپ سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا، نہ کوئی آپ میں طمع رکھتا تھا، نہ کسی کمزور پر آپ نرمی کرتے۔ کمزور اور ذلیل آپ کے نزدیک قوی تھے یہاں تک کہ آپ اس کا حق دلوا دیتے، اور قوی و عزیز آپ کے نزدیک ذلیل اور کمزور تھا یہاں تک کہ اس سے حق لے لیتے، نزدیک اور دور آپ کے نزدیک اس میں برابر تھے۔ آپ کا طریقہ حق تھا، آپ کی بات سچائی اور نرمی تھی۔ آپ رخصت ہوئے اور آپ کے ذریعے راستہ واضح ہو گیا، دین قائم ہو گیا، ایمان مضبوط ہو گیا اور اللہ کا امر ظاہر ہو گیا اگرچہ کافر ناخوش تھے۔ پس آپ نے اللہ کی قسم! ایک دور کی سبقت لی اور اپنے بعد والوں کو سخت نصیحت چھوڑی، آپ جنت لے گئے اور آپ کا غم آسمان میں بہت عظیم ہوا۔ آپ کی مصیبت نے تمام انسانوں کو ہلا دیا۔ پس بے شک ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اللہ کے امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کو کبھی آپ جیسا دکھ نہ پہنچے گا۔ آپ دین کے لیے سامان اور قوت تھے، مسلمانوں کے لیے قلعہ اور پناہ اور انس تھے، منافقوں پر سختی

اور غصہ تھے۔ پس اللہ آپ کو اپنے نبی کے ساتھ ملادے، اور اللہ ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے، اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔ پھر لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات ختم کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رونے لگے اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ نے سچ کہا۔

تیسری حدیث:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

حَدَّثَنا مُسَبِّحُ بْنُ حاتِمٍ العُكْلِيُّ، ثنا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرانِيُّ، ثنا الهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ مُجالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبّاسٍ مَن أَوَّلُ مَن أَسْلَمَ؟ قالَ: أَبُوبَكْرٍ أما سَمِعْتَ قَوْلَ حَسّانَ بْنِ ثابِتٍ»:

إذا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِن أَخِي ثِقَةٍ ... فاذْكُرْ أَخاكَ أَبا بَكْرٍ بِما فَعَلا

خَيْرُ البَرِيَّةِ أَتْقاها وأَعْدَلُها ... إلّا النَّبِيُّ وافاها لِما حَمَلا

والثّانِي التّالِي المَحْمُودُ مَشْهَدُهُ ... وأَوَّلُ النّاسِ مِنهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلا»[۱]

ترجمہ: شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام کون لیکر آئے؟ آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کو نہیں سنا کہ:

جب تجھے اپنے کسی بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یاد کر جو کچھ انہوں نے کیا۔

لوگوں میں سے تقوے اور عدل وانصاف اور وفا میں سب سے بہتر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر ہیں۔

دوسرے وہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اس منظر کو پسند کیا گیا۔

اور لوگوں میں سب سے پہلے جس نے تصدیق کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ حدیث پاک موقوف ہے مگر یہ حدیث مرفوع بھی ہے امام ابن عبد البر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں یہ حدیث نقل کی پھر فرمایا کہ ان اشعار کے سنانے کا خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا، لہٰذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھنا اس کے مرفوع ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ کثیر صحابہ نے اس کو سنا ہوگا۔

پانچویں حدیث:

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن زيد بن أرقم قال: «أول من صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم أبوبكر»

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے صحابی رسول جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔[۲]

۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۸۹/۱۲

۲۔ المعجم الاوسط: طبرانی: ۲۹۰/۲

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی یہ الفاظ منقول ہے ؟

جواب: جی بالکل! بچوں میں سے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

فصل ثالث

آثار کا بیان:

اول:

فُراتُ بْنُ السّائِبِ، قالَ: سَأَلْتُ مَيْمُونَ بْنَ مِهْرانَ قُلْتُ: عَلِيٌّ أَفْضَلُ عِنْدَكَ أَمْ أَبُوبَكْرٍ وعُمَرُ؟ قالَ: فارْتَعَدَ حَتّى سَقَطَتْ عَصاهُ مِن يَدِهِ، ثُمَّ قالَ: «ما كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ أَبْقى إلى زَمانٍ يُعْدَلُ بِهِما، ذَرْهُما، كانا رَأْسَيِ الإِسْلامِ، ورَأْسَيِ الجَماعَةِ. فَقُلْتُ: فَأَبُوبَكْرٍ كانَ أَوَّلَ إِسْلامًا أَمْ عَلِيٌّ؟ قالَ: واللهِ لَقَدْ آمَنَ أَبُوبَكْرٍ بِالنَّبِيِّ ﷺ زَمَنَ بَحِيرا الرّاهِبِ حِينَ مَرَّ بِهِ، واخْتَلَفَ فِيما بَيْنَهُ وبَيْنَ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللهُ تَعالى عَنْها حَتّى أَنْكَحَها إِيّاهُ، وذَلِكَ كُلُّهُ قَبْلَ أَنْ يُولَدَ عَلِيٌّ.[۱]

ترجمہ: فرات بن سائب کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما؟ میمون بن مہران پر کپکپی طاری ہوگئی حتیٰ کہ آپ کے ہاتھوں سے عصا گر گیا پھر فرمانے لگے کہ میں گمان نہیں رکھتا تھا کہ اس زمانے کو پاؤں گا جس میں ان دونوں کے درمیان کوئی تقابل کیا جائے گا (کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی افضل ہیں، سوال بنتا نہیں تھا اس لئے آپ نے تعجب فرمایا) تم ان دونوں میں تقابل کو چھوڑو دونوں اسلام اور جماعت کی بنیاد ہیں۔ میں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لیکر آئے یا علی رضی اللہ عنہ؟ فرمایا! اللہ کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیرہ راہب کے زمانے میں اسلام لا چکے تھے جس وقت آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے اختلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہے یہاں تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور یہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ عکرمہ سے بھی اوثق ہیں۔

قال احمد بن حنبل: هو اوثق من عكرمة

قال احمد عجلى النسائى: ميمون ثقة

قال ابن سعد: ميمون يكنى ابو ايوب ثقة.[۲]

دوم:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے:

۱۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۹۲/۴

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۷۲/۵

عَن ابْنِ عُمَرَ قالَ: «أوَّلُ مَن أسْلَمَ أبُوبَكْرٍ»

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لیکر آئے۔ (۱)

سوم:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اول من اسلم ابوبکر الصدیق رضی الله عنه

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ (۲)

چہارم:

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے:

قال هو من اسلم من الرجال الاحرار.

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آزاد مردوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لیکر آئے۔ (۳)

پنجم:

کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے:

اول من اسلم ابوبکر وعلی.

امام کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما اسلام لیکر آئے۔

پھر دونوں میں امام قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق کی صورت پیش کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کیا اس لئے اولیت اسلام کا اطلاق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اولیت اسلام کا اطلاق اس لئے کیا جاتا ہے کہ آپ بچپن میں اسلام لیکر آئے۔ (۴)

۱۔ الاوائل لابن ابی عاصم، ۸۰/۱

۲۔ سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۳۵

۳۔ سنن کبریٰ: ۳۶۹/۶، رقم الحدیث: ۱۲۸۷۲

۴۔ اخبار مکہ: ۲۱۹/۳

فصل رابع

عندالمتکلمین:

باب آخر في أعظم الفضائل والسبق إلى الإسلام والقول في التفاضل بين أبي بكر وعلي رضي الله عنهما.

قالوا فهذا ما يجب أن يعول عليه من طريق الأخبار والآثار الواردة بتفضيله واختصاصه، فأما الكلام على باقي ما ذكرناه مما يقع به التفضيل، فإنا قد قلنا من قَبْلُ: أنه لا يَصْحُ التطرق إلى العلم بالأفضل من جهتها لولا هذه الآثارُ؛ لأنه لا يُمكنُ أنْ يَعْلَم بها أنْ فَاعِلها فاضل فضلاً. عن أن يَعْلَم بها أن فاعلها أفضل من غيره وكذلك لا يَصْحُ أَن يُعْلَمَ بِهَا أَن صاحبها أفضل ممن لم يعلم أنه قد عَمِلَ مِثْلَهَا، لأنه قد يستسر بذلك من حيث لا يُعْلَمُه. كما أنه يجوز أن يكون فيمن لم نعرفه بكثرة الرواية، والفتوى والأدب، وقول الشعر من هو أعْلَمُ بجميع ذلك مِمَّن شَهَرَ عَنْه. لأنَّ الفِعْل لا يحتمل؛ ولا الخبر والإجماعُ وَرَدَ بنفيه ورفعه، ومتى كان ذلك مِمَّنْ شَهْرَ عنه: لأنه العِلْمُ بأن مَنْ عُرِفَ بِكَثْرَةِ العَمَلِ أَفْضَلُ مِمَّن لَمْ يُعْرَفْ بِشَيْءٍ منه، ومتى لم يكن ذلك كُنَّا أَبْعَدُ عَنِ العِلْمُ بفَضْلِ مَن كَثر عَمَلُهُ عَلى مَنْ قل ذلك فيه؛ لأنه قد يَقَعُ بَعْضُهُ على وَجْهِ يَقْتَضي كونه أفضل من كثير من جنسه، ومن غير جنسه من الأعمال.

مفہوم: امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے انیسویں باب میں جو دوسرا باب باندھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور سبقت الی الاسلام کے بارے میں ہے اور ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تفاضل کا ذکر کیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی وجوہات:

ائمہ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پس ضروری ہے کہ اعتماد ان اخبار و آثار پر کیا جائے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اختصاص میں وارد ہوئی ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے ان باتوں کا جن کو ہم نے ذکر کیا ہے کہ جن شخصیات کے بارے میں فضیلت واقع ہے ہم اس سے پہلے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ اگر یہ آثار نہ ہوتے تو یقینی افضیلت کی طرف کوئی درست راستہ نہ ہوتا اس لیے کہ اس بات کا جاننا ہی ممکن نہیں کہ ان فضیلتوں کا فاعل صاحب فضیلت ہے چہ جائیکہ یہ جانا جائے کہ ان فضیلتوں کا حامل غیر سے افضل ہے اور اسی طرح درست نہیں جاننا کہ اس فضیلت کا صاحب افضل ہے اس شخص سے جس کے بارے میں نہیں جانا گیا کہ اس نے اس کی مثل کوئی عمل کیا ہے اس لیے کہ کبھی راز ہوتی ہے وہ بات جس کو وہ نہیں جانتا۔

اسی طرح ممکن ہے کوئی فضیلت ہو جس کو ہم نہیں پہچانتے کثرت روایت اور فتویٰ اور ادب اور اشعار میں اور وہ تمام سے اعلم ہو جن کے بارے میں یہ فضیلت مشہور ہے اس لیے یہ فعل احتمال نہیں رکھتا بیک وقت دو کا اور نہ ہی کوئی خبر اور اجماع جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی نفی میں وارد ہو جب معاملہ ایسے ہے کہ جن جن کے بارے میں یہ فضیلت مشہور ہے اور یقینی اعتقاد جس کے کثرت عمل کو پہچانا گیا افضل ہو گا اس سے جس کے کثرت عمل کو نہیں پہچانا گیا۔ جب یقین کا معاملہ کثرت اعمال کے سبب نہ ہو تو ہم یقینی اعتقاد سے دور ہونگے اس شخص کی فضیلت کے متعلق جس کا عمل کثیر ہے اس شخص کی فضیلت پر جس کا

عمل قلیل ہے۔ کبھی بعض فضیلتیں اس طرح بھی ہوتی ہیں جو تقاضا کرتی ہیں جو اپنی جنس اور غیر جنس کے لحاظ سے اعمال میں افضل کردے دوسروں سے۔

جمہور اہلسنت کا مؤقف:

٣٩٦. قالوا: وإنما تذكر هذه الفضائل لنُرَجْحَ بِهَا بَيْنَ الرِجالِ تَرْجِيحاً ظاهراً فقط. فأول ما يَجِبُ بيان القول فيه: ذِكْرُ أَسْبَقِهِم إلى الإسلام، إذ لا خلاف بين الأمة: أن السبق إلى الإسلام أعْظَمُ الفَضَائِلِ وأَشْرَفها منزلةً، وإنها ذاتُ مَودَةِ على كل ما يُذْكَرُ في هذا الباب. وقد اختلف الناسُ في أول المؤمنين إسلاماً، فقال الجمهورُ الأكبرُ والسَوادُ الأعظم أن أولهم إسلاماً: أبوبكر الصديق رضي الله عنه. وقال آخرون منهم: الإمامية وسائر شيعة علي رضى الله عنه إلا الشاذ منهم: أنْ أوْلَهُم إسلاماً علي بن أبي طالب، وقال قَوْم زيد بن حارثة وقال آخرون وهو خباب بن الأرَث.

ائمہ اہلسنت نے نقل کیا۔

اب ہم ان فضائل کا ذکر کرتے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام مردوں سے افضل کردے۔ سب سے پہلے جس بات کو ذکر کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کرنا ہے اس بات میں امت کا کوئی اختلاف نہیں کہ اسلام کی طرف سبقت کرنا عظیم فضائل اور شرف کا باعث ہے۔ اور اس فضیلت کا اس باب میں ذکر کیا جائے گا۔ اول مومن ہونے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے اسلام کون لے کر آئے جمہور اور سواد اعظم کا قول یہ ہے کہ اہلسنت کے نزدیک سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لے کر آئے ہیں۔ جبکہ دوسرے کچھ لوگ جن میں روافض اور امامیہ کا یہ کہنا ہے کہ سب سے پہلے اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے مگر کچھ قلیل ان میں اس بات کے قائل نہیں، کچھ نے کہا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور کچھ نے خباب بن ارت کے اول مومن ہونے کا قول کیا ہے۔

۳۹۷. وأما القول في إسلام ابن الارث وزيد بن حَارِثَةٍ فَمُتَّفِق على أنه لم يقع منهم إلا وهُمْ عُقلاء بالغونَ، مُكلَّفُونَ مِمَّن لَزِمَهُم المَدْحُ والثناءُ بِاتِّباع الحجة بتكلف النظر في صحة الدّعْوَةِ والرسالة، ويلحق بهم الدم والحكم بنزيه واستثقاله، وأعظم أحوال الرواية على تقدم إسْلامِ زَيْد بن حَارِثة وخَبَّابَ أن يكون في الصحة والخبر،١، كالرواية عن تَقَدَّم إسلام أبي بكر فَتَجْعَلُهم في حكم من اسلموا فى في قول واحدٍ ومَجْلِس جَمْعِهِم إذا سَلَّمْنَا أَنَّ الخَبر عن تقدم إسلام أبي بَكْرٍ رَضِيَ الله عنه مُتَعَذرُ الثبوتِ، فكيف وليس الأمر كذلك،

لمس قدثبت من ظهور ذلك في الأُمَّةِ، وشَهَرَتْ عند أَهْلِ النَّقْل، وادْعَاءُ وَاحِدٍ بعد واحدٍ أنه أولهم وأسبقهم بمَحْضَرٍ من الأُمَّةِ وَمَنْ يَمْتَنِعُ مِن طِبَاعِهِم تسليم دون هذا مما يدعي عليهم مما لا أصل له، أو يَحْرِضُ فيه بحَضْرَتِهِم من غَيْرِ دَعْوَى ذلك عَلَيْهِم؛ لأنّ الهِمَمَ لا يَجُوزُ تَوَاقِيهَا وَاتِّفَاقِهَا فِي مُسْتَقَرُ العادة على إمْسَاكٍ عن كَذِبٍ يُدعى بِحَضْرَةِ من لو نَقَلَ عَنْ مُشَاهَدَةٍ لَحُجَجِ خبره، لوجُبَ العِلْمُ بقَوْلِهِ. فلو نكبنا هذا الطريق، وجَعَلْنَا إسلام الثلاثة معاً لَوَجَبَ القولُ بتفضيل أبي بكر، لأنه ليس في الأُمَّةِ مَنْ يُفَاضِلُ بين خَبَّابٍ وَزَيْدِ وأبي بكر، كما أنه ليس فيها مَنْ يُفَاضِلُ بين أبي بكر، وأبي مُوسَى، وأبي هريرة، وأبي سعيد بل الأمةُ مُطبقة على أنَّ التَفَاضُلُ المَانِعَ بين أبي بكرٍ وعلي والعباس من قوْمِ مُتَأخِرِينَ من الرّاوَنْدِيَّةِ، كما أنه لم يَكُنْ فِي سَلَفِ الأمةِ، مَنْ يُفَاضِلُ بين علي وعَمَّارٍ، وعَمرو بن العاص، والمغيرة بن شعبة، وأمثال هؤلاء. فمِنْ حَيْثُ وَجُبَ القَطْعُ على تفضيل أبي بكر على زيد وخباب، وكما وَجُبَ القَطْعُ على أن علياً أفضل منهما؛ وَجُبَ أَنه لا مَدْخَلٌ لهما في الفَضْلِ معه. وإنْ حَكَمْنا بأنَّ اسلامهم كانَ في وَقْتٍ وَاحِدٍ، كما أنه لا مدخل لهما، ولا مُسَاوَاةً لعلي رضي الله عنه لو قَدَرْنا إسلامه معهما، لكونه بائناً بالفضائلِ المُضَافَةِ التي لَيَسْتْ لَهُما.

زیدوخباب وابوبکر کا اسلام:

بہر حال خباب بن ارت اور زید بن حارثہ کے اسلام کے قول میں اس بات پر اتفاق ہے وہ دونوں عاقل، بالغ، مکلف تھے جس وقت وہ اسلام لائے جس سے ان کی مدح وثناء لازم ہے دلیل کی اتباع کی وجہ سے دعوت ورسالت میں وہ مکلف تھے، ثابت ہوگا ان کے خون کا مباح ہونا اسلام کو ترک اور بوجھ سمجھنے کی وجہ سے۔ روایت زید بن حارثہ اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہما کے اسلام کے تقدم کی صحت وخبر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تقدم اسلام کی روایت کی طرح ہے ہم ان کو اسلام لانے کے اعتبار سے ایک ہی حکم میں داخل مانتے ہیں ان سب میں تطبیق ممکن ہے مشکل نہیں۔ جب ثابت ہے اس بات کا ثبوت امت میں اور نقل بھی مشہور اور ہر ایک کا دعویٰ یکے بعد دیگرے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے اس امت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ بات ممتنع ہے کہ ائمہ ایسا دعویٰ کرے کہ جس کی کوئی اصل نہ ہو یا حریص ہو اس دعویٰ کے جو بغیر دلیل کے ہو کیونکہ ارادہ جائز نہیں ایسی بات کے اتفاق پر جو کذب پر مشتمل ہو جس کا دعویٰ مشاہدہ سے منقول اس خبر پر دلائل بھی ہوں ضروری ہوگا اس بات پر یقین کا حاصل ہونا اگر ہم اس راستہ سے الگ ہوں اور تینوں کے اسلام کو

اکھٹا مانے تب بھی حضرت ابوبکر کی افضلیت کا قول ثابت ہوگا۔ اس امت میں کوئی ایسا شخص نہیں جو حضرت خباب اور زید بن حارثہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم میں مفاضلہ کرے جس طرح کوئی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہم بلکہ اس امت کا تو اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی کو فضیلت نہیں چاہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ ہوں، بعد والوں میں سے راوندیہ ایک فرقہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مفاضلہ کیا ہے جس طرح کہ امت میں کسی نے مفاضلہ نہیں کیا علی و عمار و عمرو بن عاص و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اسی طرح دیگر اصحاب کے درمیان۔ پس قطعی طور پر یہ ثابت ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت زید بن حارثہ و خباب رضی اللہ عنہم پر جس طرح قطعی طور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہے حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے دونوں کا کوئی تقابل نہیں، فضیلت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں ان کا اسلام ایک ہی وقت میں تھا۔ نہیں ہے کوئی تقابل دونوں کا اور نہ ہی مساوات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اگر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام کو متعیّن کرے تو یہ بات واضح ہے وہ فضائل جو حضرت ابوبکر کے لیے ہیں وہ دونوں کی طرف منسوب نہیں۔

٣٩٨. فكذلك قصة أبي بكر معهما، وإنما كان ذلك لأجل أن إسلام المرءِ إِنَّمَا يَعْلَمُ قَدرَه بِقَدْرِ ما يَلْحَقُ من التكليف والعِلْمِ في قوله وفعله، وكذلك يُقَالُ للنَّاس أن الإيمان الواقع مع عدم اللفظ والدواعي المُستهلَّةِ لِفَعْلِهِ أعْظَمُ ثَوَاباً، وأحْسَنُ مَوْقِعاً عند الله عزوجل من الإيمان المُغوّل مَعَ اللَّفْظ الداعي إلى فِعْلِهِ، ولأجل ذلك قالَ بِشْرُ مِنْ المُعْتَمِرِ من المعتزلة: أن قدرة الله لطفاً لو فعله بسائر الكُفَّارِ لآمنوا طوعاً غير أنه لا يَفْعَلُه لَمَّا أَرَادَ من تغليظ المحنة، وتشديد الكلفة في فِعْلِهِ مَعَ عَدَمِ اللُّطْفِ قال: وإنما منع الله المكلف ما يقدِرُ عليه من اللطف لا يَبْلُغَ ثَوَابه، وَمَنْزِلَته أَبَداً: الإيمانُ الواقع مع وجودِ اللُّطْفِ؛ لأنَّ المِحْنَةَ في تكلفه أشقُ وأَغْلَظُ، والثواب عليه أننى وأجزل. فإذا كان ذلك كذلك وَجُبَ تَفَاضُلُ الناس في الإيمان بقدرِ ما يَلْحَقُهُم في فِعْلِهِ من الإثم والمَضَضِ ومفارقة الجاءِ، والمال والوَطَنِ، والأصْحَابِ ما تَقَدَّمه بِفِعْلِهِ من التفضيل والتآمرِ والطَّاعَةِ، والإكْرَامِ إلى غيرِ ذلك من الأسباب الشاق مفارقتها على الأنفُسِ. وإذا ثَبَتَ ذلك ثَبَتَ أَنْ إسْلامَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ الله عنه أفضل من إسلام زَيْدٍ وخَبَّابٍ، لكونه ذا جَاءٍ فِي قُرَيشٍ عريض، ومال كثير، وطاعة في المُعَظِّمِينَ للعلماء بالسيرة، وإمام العرب لكونه متحققاً بعلم ذلك وَمُبَرِّراً فيه ومَرْجُوعاً إلى قَوْلِهِ ورَأْيِهِ فيما نَصِفُه وَنَحْكِيه، وقد حَكَى من عَلِمَ أَنَّ جُبَيْر بن مُطْعِم كان من أعْلَم الناسِ بِالعَرَبِ، وأيامها وأخبارها. قالوا: وإنما كان كذلك لأنه أخذ عن أبي بكر رضي الله عنه ذلك، فاسْتَكْثَرَ منه وأدب بأدبه. وبحَسْبِكَ عِلْمٌ حَضَرَ بِكَوْنِ جُبَيرٍ من تلاميذه، والحاملين من عِلْمِهِ. وكانَ مَعَ ذلك مِمَّنْ يَتَحَمَّلُ الحَمالاتِ، وَيُدِيمُ القُربي والصافات (١)، ولا يَقْصُرُ مَالَهُ (٢)، وتجارَته وجاهَهُ عن اسْتِدَامَةِ هذه الأحوال، وبلوغ الغاية فيها، وكان له مجْلِسٌ يغْشَاهُ فيه أمَائِلُ أَهْل مَكَّةَ، والأكَابِرُ من قريش للاقتباس من عِلْمِهِ والتأدب بآدابِهِ والاستمتاع بحديثه ومَجْلِسِهِ أيضاً، والإستعانة فيما يُعْرَضُ لهم وَيتوبهم من تحمل ذبه أو اتخاذ منه، أو

كَشْفِ بلية بِمَالِهِ وجَاهِهِ. ولم يَكُن زَيْد وخبابٌ مِمَّنْ يُعْرَفان بهذه الخصال فشتان بين الأحلام المفارق لِجَاهِهِ والخارج عن الزامِهِ، ولَذَّةِ الإِنْقِيَادِ والطَّاعَةِ إلى إستِكَانَةِ التابع والرِّضَى بِمَحَل المأمور الخاضع والنزول من الراحة والرفاهية، والإستقدام الى تحمل الفقْرِ والفَاقَةِ، ومُعَالَجَة الضُّرِ ومُكَابَدَة النفس، وتولي الخدمة بنفسه، والسكون تحت سمتِ عدوه والصبر على سَخِيفَ رَأيِهِ وأخلامِهِ، والقصد له والغَضْ.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ایک وجہ:

اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقع کسی بھی انسان کا اسلام اس کی قدر و منزلت ظاہر کرتا ہے بقدرے جتنا وہ مکلف اور علم ہوگا اس کے قول وفعل میں اسی طرح کہا جاتا ہے۔ بے شک ایمان جو واقع ہو لفظ کے نہ ہونے کے ساتھ اسی وجہ سے بشر بن معتمر معتزلی نے کہا: بے شک اللہ کی قدرت اگر باقی کفار کے ساتھ بھی ہو تو تمام ایمان لے آئے۔

٣٩٩۔ وهذا ظاهِرُ مَعروف بالطباع، فلا وجه للإطناب به فدل ذلك أجمع على أن إسلام أبي بكر رَضِيَ الله عنه أَفْضَلُ مِن إِسْلامِ زَيْدٍ وخَبَّاتٍ، ولقد بلغ من الاتفاقِ والسَمَاحَةِ بالمالِ في الزَّمَنِ الصّعب الشديد، مَعَ عُظْمِ الحاجة، وشدّة الفَاقَةِ، وكَثرَةِ الخَاذِلِ، وعدَم النَّاصِر ما أَوْجَبَ قَوْل الرسول: ما نَفَعَنَا مَالُ ما نَفَعَنا أبوبكر وما أحَدٌ آمن علينا في صُحْبَتِهِ وذات يده من أبي بكر. وبَلَغَ ذلك عِلْمُه بالنسب، وأخبار العرب والإحاطَةِ بِعِلْمِ محَاسِنهَا وأَمْثالِها: أنْ قالَ رَسولُ الله ﷺ ابْنُ ثَابِتِ مِع علمٍ بِفَضْلِهِ وتَقَدمِه، وسنه وإحاطته بعلم الشعر وأيام العرب والناس، وتراضي الشُّعَرَاءِ به وتحاكمهم. وعلمُ رسول الله ﷺ بذلك من حَالِهِ وَقد أَمَرَهُ أَنْ يهجُو أَبَا سُفْيَانَ بن حَرْب؛ ولَمَّا قال: «اهْجِهِم فَإِنَّكَ أَنْتَ حَسّانٌ، ولِسَانُكَ حُسَامٌ». وهَيِّجَ العَطَائِفَ من الأزديين على بَنِي عبد مُنافٍ. وحيث قال: «أهجهم ومَعَكَ رُوحُ القُدْسِ والقَ أبا بكر، فإنَّه أَعْلَمُ النَّاس بهم. وهذا من أذل الأمور على عظيمٍ قَدْرِ أَبِي بَكْرٍ في هذا العِلْمِ، إذا احتاجَ إلى مثله حسان فأيْنَ إسلام من فض جَمْعه، وأنفقَ مَالَهُ وأذل نَفْسَهُ، وأوْحَش أنيسه ووطنه من إسلام الحليف والتابع والمُعْدَمِ الحَامِلِ.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کی دوسری وجہ:

یہ بات ظاہر واضح ہے نہیں ہے کوئی وجہ اطناب کی پس دلالت کرتی ہے یہ بات اجماع ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام زید بن حارثہ اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہما کے اسلام سے افضل ہے۔

یہ بات اتفاق سے پہنچی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سخاوت شدید کھٹن کے زمانے میں تھی، حاجت شدید کا ہونا، فاقوں کی سختی، مدد کے نہ ہونے کی کثرت، مدد کا نہ ہونا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مدد کرنا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے فرمایا: مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کی ذات مال سے نفع حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علم نسب کے ماہر عرب کی تاریخ سے واقف عرب کے محاسن وامثال

کی خوبیوں کے علم کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔

٤٠٠- وكذلك كَانَتْ قِصَّةُ زَيْدٍ وخَبَّابُ، ولو كانا من أوسط الناس في هذه الأحوال، لم يُلْحِقُها مَنْزِلَةَ أبي بكرٍ لِمَا وَصَفْنَاهُ مِنْ نُبْلِهِ وتقدمه، ونباهة موْضِعِهِ، ولولا أن محله عند النبي، والمسلمين، وسائر قريش ما ذكرنا وشأنه في أنفسهم بتجَاوُزِ ما وصفْنَا، ثم تَقْدُمَةِ رسول الله ﷺ في الشهادة على العقد فينظروا بين فريق الذي تولاه عنهم سهيل بن عمرو، وجعل سَائِرَ الشُّهود بعده لأن تَقْدُمَةَ المتأخر ليس بصواب عند العاقِدِ والمَعْقُودِ له، وذلك أنهم كتبوا بعد التشَاجُرِ. وأمر رسول الله بمحو بسم الله الرحمن الرحيم، وكتب بإسمك اللهم وبمحو رسول الله، واقْتِصَارِهِ على مُحَمَّدٍ ابن عبدِ الله لَمَّا أناه سهيل بن عَمرو، واغتاظ عُمر على ما قدمناه من قبل، واصطَلَحَا على وضع الحَرْبِ عشرة سنينَ يأْمَنُ النَّاسُ فيها، ويكف بعضُهم عن بَعْضٍ، على أنه لا إسْلال ولا أغلال وعلى أن مَنْ أَحَبُ أنْ يَدْخُلَ في عهد محمد وعقده: فعل. ومن أحَبَّ أنْ يَدْخُل فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ فَعَل. وعلى أنَّه من أتى محمد مِنْ قُرَيشَ بِغَيْرِ إذْنِ وَلِيهِ رَدَّهُ، ومن أتى قريشاً من أصحاب محمد لم يرددوه على أن محمداً يَرجِعُ عَامَةَ هذا بأَصْحَابِهِ، ويَدْخُلُ عليهم قابلاً في أَصْحَابِهِ. قلنا: لا يَدْخُلُ عليهم السّلاحَ إلا سِلاحُ مُسَافِرِ؛ السيوف في القرب. شَهِدَ أبوبكر بن أبي قحافة، وعُمر بن الخطاب، وعُثمان وأبو عبيدة بن الجراح، ومحمد بن مسلمة، ومكرز بن حفص بن الأحنف. ولو صح أنه كانَ في نَفْسِ قُرَيْشٍ بالمحل الذي وَصَفْنَا ابا سُفْيان، لَمَّا دَخَلَ المدينة بعد الصلح. أتى النبي ﷺ فقال: يا محمد كنتُ غَائِباً في الصلح بن عفان فاشدد العَهْدُ وزِدْنا في المُدَّةِ. قال: ولذلك تبنت يا با سفيان؟ قال: «نعم» قال: «فهلْ كَانَ مِنكُم مَنْ حَرِبَ». قَال: مَعَاذَ الله» قال رسولُ الله ﷺ: فنحن على مُدَّتِنا وصُلْحِنا لا نُبَدِّلُ ونَغْدُرُ.

ترجمہ: اور زید اور خباب کا قصہ بھی ایسا ہی تھا۔ اگر وہ ان حالات میں سب سے زیادہ اوسط درجے کے لوگوں میں سے ہوتے تو انہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا درجہ نہ دیا جاتا، جو ہم نے ان کی شرافت، ان کی قیادت اور ان کے مقام و مرتبے کو بیان کیا ہے۔ اور اگر پیغمبر، مسلمانوں اور باقی قریش کے ساتھ ان کا مقام ایسا نہ ہوتا کہ ہم اس کا ذکر نہ کرتے اور ان کی نظر میں ان کی حیثیت اس سے بڑھ جاتی جو ہم نے بیان کی ہے۔ پھر عقد کی گواہی دینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیح، چنانچہ وہ اس گروہ کے درمیان دیکھتے ہیں جس کی ذمہ داری سہیل بن عمرو نے لی تھی، اور باقی گواہوں کو اپنے بعد بنایا، کیونکہ بعد میں آنے والے کی ترجیح عقد کرنے والے کے مطابق صحیح نہیں ہے اور جس کے لیے معاہدہ کیا گیا تھا، اس لیے کہ وہ اس کے بعد لکھے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مٹا دیا جائے اور تیرے نام سے اے اللہ! اور تیرے رسول میں مٹا دیا جائے۔ اس نے اسے محمد بن عبداللہ تک محدود کر دیا، جب سہیل بن عمرو نے انہیں اس کی اطلاع دی۔ عمر کو اس بات پر غصہ آیا جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا تھا اور انہوں نے دس سال تک جنگ بند کرنے پر اتفاق کیا جس میں لوگ محفوظ رہیں گے اور آپس میں لڑنے سے گریز کریں گے، اس شرط پر کہ ہتھیار ڈالنے یا بیڑیاں نہ ڈالیں اور جو محمد کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے وہ کر سکتا ہے۔ اور جو شخص قریش کے

عہد میں شامل ہونا چاہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ قریش میں سے جو کوئی محمد کے پاس ان کے ولی کی اجازت کے بغیر آئے گا اسے واپس بھیج دیا جائے گا، اور جو بھی محمد کے اصحاب میں سے قریش کے پاس آئے گا اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا، حالانکہ محمد عام طور پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آتے تھے، اور اگلے دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے پاس آتے تھے۔ ہم نے کہا: ان پر ہتھیار داخل نہیں ہوں گے سوائے مسافر کے ہتھیاروں کے۔ کھلی میں تلواریں ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن الخطاب، عثمان، ابو عبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ اور مقرز بن حفص ابن الاحنف نے اس کی گواہی دی ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تاکہ وہ قریش کے دل میں اس مقام پر تھا جو ہم نے ابو سفیان کے بارے میں بیان کیا ہے تو وہ صلح کے بعد مدینہ میں داخل نہ ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد، میں ابن عفان کے ساتھ صلح کے وقت غائب تھا، لہٰذا عہد کو مضبوط کرو اور مدت میں توسیع کرو۔ اس نے کہا: اے ابوسفیان کیا تم نے اسی لیے اسلام قبول کیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی لڑنے والا تھا؟ اس نے کہا: خدا نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم اپنی میعاد اور صلح کے معاہدے پر قائم رہیں گے۔ ہم تبدیل یا دھوکہ نہیں دیں گے۔

٤٠١ - فلمَّا خَرَجَ من عِندِهِ بَدَأَ بأبي بكر رَضِيَ الله عنه فَقَالَ له: «هَلْ لَكَ ان تخير الناس». فقال أبوبكر: جوَارِي في جوَارِ رسول الله. ثم خرج من عِندِهِ، فأتى عُمر فقال له مِثْلَ ذلك فقال: والله لو وجدتُ الذي يُقَاتِلُكُم لأغنته عليكم. فقال أبو سُفْيان: جَرَيْتَ مِنْ ذي رحم تدبرا ثم آتى عثمان، ثم أتى عَلِياً، ثم أتى فاطمة. فَتَظَاهَرَ هذه الأقوال والأفعال، والاجلالُ لهُ من الفريقين دليل واضح على كِبَرِ مَحَلِّه، ونَبَاهَةِ قَدْره، ومحله، وموضعه. وهذا معلوم من حَالِهِ عند أهل النقل باضطرار إدامة هذه الأحوال وتكررها منه، حيث اعْتَقَدَ هذا في الحال من تقدمه، وليس ذلك جارياً، مجرى سائِرِ الفَضائِلِ في الأَقْوَالِ المَعْنِيَّة، لأن هذه لا إشكال فيها. ولقد بَلَغَ مِنْ حِرْصِهِ على الدَّعْوَةِ، ومَحَلّه عند رسول الله ﷺ أن قال له وقد أتاه بأبيه عتيق ليسلم فقال له رسول الله ﷺ: هلا تركت الشيخ في من قبل رحله حتى آتيه ثم مَسَحَ بِيَدِه صَدْرَهُ فأَسْلَمَ على يَدِهِ، وكان مَكْفُوفاً قد كَبُرَ. وفي قَوْلِهِ: هلا تَرَكْتُ الشَّيْخَ فِي رَحْلِهِ لآتِيهِ. تَعْظيم لأبي بَكْرٍ ظَاهِر لا يَخْفَى مَوْضِعُهُ.

جب وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تو اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شروع کیا اور ان سے کہا: کیا تم لوگوں کو انتخاب دینا پسند کرو گے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا اعلام رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے کسی کو تم سے جنگ کرنے والا پایا تو میں اسے تم سے بے نیاز کر دوں گا۔ ابوسفیان نے کہا: تم نے اپنے رشتہ داری پر عمل کیا، پھر وہ عثمان کے پاس گئے، پھر علی کے پاس گئے، پھر وہ فاطمہ کے پاس گئے۔ یہ قول وفعل ظاہر تھا اور دونوں فریقوں کی طرف سے ان کی تعظیم ان کے عظیم مرتبے، ان کے مقام و مرتبے کی شرافت اور مقام و مرتبہ کی واضح دلیل ہے۔ یہ ان کی حالت سے معلوم ہوتا ہے اہلِ ترسیل کے مطابق، ان حالات کو برقرار رکھنے اور دہرانے پر مجبور ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ وہ اپنے پیشرو کے حالات میں اس پر یقین رکھتے تھے۔ متعلقہ اقوال میں دیگر فضائل کے ساتھ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہونے کا اتنا شوقین تھا کہ جب وہ اپنے والد عتیق کو اسلام لانے کے لیے لائے تو آپ نے ان سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے اس بوڑھے کو اس کے تھیلے کے سامنے کیوں نہیں چھوڑ دیا کہ میں اس کے پاس جاتا؟ پھر اس نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا اور اس

کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ اندھا تھا اور بوڑھا ہو چکا تھا۔ اور اس کے کہنے میں: "تم نے بوڑھے کو اس کے تھیلے میں کیوں نہیں چھوڑا تاکہ میں اس کے پاس جا سکوں؟" ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تسبیح ظاہر ہے اور اس کا مقام مخفی نہیں ہے۔

٤٠٢- فأما القَوْلُ في إسلام عليّ رضي الله عنه حينَ مَبْعَث رسولِ الله، فإنه وقع مِنْه وهو غيرُ بالغ، وقبل أو ان التكليف واسْتِحْقَاقِ المَدْحِ على إجابة الدعوة والعقاب على مُخَالَفَتِها. لأن الناسَ أيضاً قد اخْتَلَفُوا في ذلك، فقالَ قَوْمٌ: إنَّ علياً رَضِيَ الله عنه اسلم وهو ابْنُ خَمْس سنين. وقال آخرُونَ: بل إبن تسع سنين، وإنَّما يَعْلَمُ صِحَّةُ ذلك من تَأْمُل سِنَّهُ، وَعَرَفَ حياة رسول الله ﷺ في النُّبُوَّةِ، في أَيَّامِ الهِجْرَةِ وقَبْلِهَا، ثم خلافة أبي بكرٍ بعده، ثم عُمر، ثم عُثمان، وما بَقِي بَعْدَهُم. فَإِنَّ ذلك إِذَا تَأمل وَجَبَ ان يكون علي رضي الله عنه أسلم وهو ابْنُ خَمْسِ سنين أو سبع، ويجب أن يترك المشاحة في ذلك، ويَعْمَلْ على أنه أَسْلَمَ ابْنُ عشر سنين وحولها؛ وهذا دون حد البلوغ، فَوَجَبَ أَنْ يكونَ إِسْلامُه ليس بإسلام مُكلف، فلا يجوز أن يُلْحِق بِهِ دَرَجَةَ المُكلفينَ المُسْتَدِلين.

ترجمہ: جہاں تک علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں بیان ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تو یہ ان کی بلوغت کو پہنچنے سے پہلے، اور احتساب کے وقت سے پہلے واقع ہوا اور دعوت کا جواب دینے پر تعریف اور اس کی نافرمانی پر سزا کے مستحق تھے۔ کیونکہ اس معاملے میں لوگوں کا اختلاف بھی تھا۔ بعض لوگوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب وہ پانچ سال کے تھے۔ دوسروں نے کہا: بلکہ اس کی عمر نو سال تھی۔ اس کی حقیقت صرف ان کی عمر پر غور کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے زمانے میں، ایام ہجرت اور اس سے پہلے کی زندگی، پھر ان کے بعد ابو بکر کی خلافت، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد باقی رہنے والی چیزوں کو جاننے سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ضروری ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب وہ پانچ یا سات سال کے تھے۔ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں استدلال ترک کر کے اس طرح عمل کیا جائے جیسے اس نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ یہ بلوغت کی عمر سے کم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا اسلام قبول کرنا کسی بالغ شخص کا قبول نہ ہو، اور اسے ذمہ دار اور شہادت دینے والوں کی سطح پر رکھنا جائز نہیں۔

٤٠٣- فإن قالت الشيعةُ: ما أنكرتُم أن يكون الله عزوجل قد كَلَّفٌ عليا الإسلام، وأن يكون قد جَعَلَ له في: تلك المُدة من السنين والعُمْرِ بالغاً أو عالِماً بجميع مَا يَعْرِفُه البالِغُونَ من دقيق الدين وجليله، وظاهره، وغامضه ونَصِّهِ ومُسْتَخْرَجِهِ كَرَامَةً مِنْهُ لَهُ وتَخْصِيصاً، قُلْنَا هذا لَعَمْرِي جائز في قدرةِ الله. ومُمكن أن يَفْعَلَ بمَن هو دونَ علي في الدرجةِ والقَرَابَةِ والفضل والسَابِقَةِ، وما عَلِم من مُوَافاته بالإيمان والإخلاص وكثرة الجهاد، وغير ذلك سوى أن كون هذا لا يوجب القطع بل لا سبيل إلى اعْتِقادِ ذلك من جهة العقل؛ لأنه لا يجوز كون ذلك، وان لا يكون، وإنَّما يَعْلَمُ الحُجَّة بالسمع من نص كتاب الله عزّوجلّ أو سُنَّتِهِ أو فحواهما، أو إجماع من الأمة، أو بدَعْوَى عليّ رَضِيَ الله عنه، وغَلَبَ ذلك على ظَنّه وكُتمانِهِ. وَلَم يَكُن الله عزّوجلّ بالذي يخصه بذلك في مُسْتَقْبَل عُمْرِهِ، ولا يَجْمَعُ القلوب ويؤلفها على إظهاره، واشهاره، ويُطْلِقُ الألسُنَ بنقلها، ويلْهجُ القلوب بذِكْرِها، ويُوفُرُ الدواعي على إدَامَةِ التَحدُّثِ، والتَعْظِيم لشأنِ صَاحِبِها، مع عُلُو نَسَبِهِ، وكثرة طاعاته، وجهاده وقربه. وفي عَدمِنا الدليل على ذلك من بعض الطرق التي وصفنا ما يَدُلُّ على أنه لا سبيل

إلى القطع بما وصفتم.[1]

ترجمہ: اگر شیعہ کہتے ہیں کہ آپ اس بات سے کیا انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو اسلام کا حکم دیا ہے، اور اس نے انہیں سالوں اور زندگی کے اس عرصے میں ایک بالغ یا ان تمام باتوں کا علم رکھنے والا بنایا ہے جس سے بالغ افراد دین کے باریک اور نفیس پہلوؤں، اس کے ظاہر اور مبہم پہلوؤں، اس کے ظاہری اور مبہم پہلوؤں سے واقف ہوں، اس کے لیے اپنی طرف سے خصوصیت اور تخصیص کے طور پر؟ ہم کہتے ہیں: میری جان کی قسم، یہ اللہ کی قدرت میں جائز ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ ایسا کرے جو درجے، قرابت، فضیلت، فضیلت میں علی رضی اللہ عنہ سے کم ہو، اور جو ان کے ایمان، اخلاص، اور بہت سے جہادوں کے ساتھ اس کی ملاقات کے بارے میں معلوم ہو، اور اس کے علاوہ، اس حقیقت کے کہ یہ یقین کا محتاج نہیں ہے، بلکہ عقل کے اعتبار سے اس پر یقین کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا ہونا یا نہ ہونا جائز نہیں ہے، اور دلیل صرف کتاب اللہ، اس کی سنت یا ان کے معانی، یا اجماع امت، یا علی رضی اللہ عنہ کے دعوے سے سننے سے معلوم ہوتی ہے، اور یہ بات ان کے گمان اور چھپانے میں غالب تھی۔ اور اللہ تعالیٰ وہ نہیں تھا جو اس کی زندگی کے مستقبل میں اسے اس کے لیے اکٹھا کرے، نہ دلوں کو اکٹھا کرے اور اسے ظاہر کرنے اور اس کی تشہیر کے لیے نہ کھولے، نہ اس کی نشر و اشاعت کے لیے زبانیں کھولے، نہ اس کے ذکر سے دلوں کو بھرے، نہ اس کے بارے میں بات کرنے کی ترغیب دے، اور اس کے اعلیٰ مرتبے اور اس کے مالک کے درجات کی بلندی، اس کے درجات کی بلندی کے باوجود۔ جدوجہد، اور اللہ کا قرب۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس بیان کردہ کچھ طریقوں سے اس کے ثبوت نہیں ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جو بیان کیا ہے اس کے بارے میں یقین کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

٤٠٤- فإن قالوا: الدليل على ذلك قَائِمٌ واضح، وهو إجماع الأمة وسائر أهل النقل إن علياً عليه السلامُ أَسْلَمَ بدَعْوَةِ النَّبي ﷺ، والدعوة له، ولغيره دعوة فرض وإيجاب وإلزام، فمَنْ أراد أن يجعلها دعوة تأديب، وفضل وإرْشَادِ وتعليم، وغير ذلك احتاجَ إلى دليل. يُقالُ لهم: قد لَعَمْرِي أَنْصَفْتُم وَالأَمْرُ في جميع ذلك على ما وَصَفْتُم، غير أنّه قد قامَ الدليل على أن أولى النَّاسِ إسلاماً: أعني إسلامه في السابِقِينَ الأَوَّلين هُمُ الذين نقلوا إلينا عُمَرَ النَّبيِّ ﷺ، ومدَّةَ كوْنه نبياً، وأعْمارَ الخُلَفَاء بَعْدَه، ومُدَّة ولاياتهم، وحياة على رضي الله عنهم. وقد أَخْرَجَ حسابُ ذلك أنه أَسْلَمَ، وهو ابنُ أقل من سَبْعِ سنينَ، وذلك دون سن البَالِغ، فهذا قَائِمٌ مَقَامَ قولهم: أَسْلَمَ علي رضي الله عنه بدعوة رسول الله ﷺ، وهو دون البالغ، ولو وَرَدَ الخَبَرُ بهذا اللفظ لكان عليهم لا لهم، ولا فَرْقَ بينَ ورودِه كذلك ومِنْ ما يقومُ مَقَامَه من تَوْقِيفِ الناقِلَةِ عن هذه الأَعْمَارِ والوِلاياتِ وما يَعْرِف قَدَرَ سِنه.[2]

ترجمہ: اگر وہ کہتے ہیں: اس کی دلیل ثابت اور واضح ہے، اور یہ امت اور تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت کے

۱۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۱

۲۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۲

ذریعہ اسلام قبول کیا تھا، اور ان کے لیے اور دوسروں کے لیے یہ دعوت ایک واجب، واجب اور پابند دعوت تھی۔ لہٰذا جو شخص اسے نظم وضبط، نیکی، رہنمائی، تعلیم یا کسی اور چیز کی دعوت دینا چاہتا ہے اسے ثبوت کی ضرورت ہے۔ ان سے کہا جائے گا: خدا کی قسم تم نے انصاف کیا اور ان سب میں معاملہ وہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے۔ تاہم ثبوت یہ ثابت ہو چکے ہیں کہ جو لوگ اسلام کے سب سے زیادہ مستحق تھے، میری مراد ان کے اسلام سے ہے جو پہلے پیشروؤں میں سے ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عمر، آپ کے نبی ہونے کی مدت، آپ کے بعد کے خلفاء کی عمر، ان کی حکومتوں کی مدت، اور آپ کے بعد علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی زندگی کو ہم تک پہنچایا۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا جب اس کی عمر سات سال سے کم تھی جو کہ جوانی کی عمر سے کم ہے۔ یہ ان کے اس قول کی جگہ لیتا ہے: علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت پر اسلام قبول کیا، جب وہ بالغ نہیں تھے۔ اگر رپورٹ اس الفاظ کے ساتھ آتی تو یہ ان کے خلاف ہوتی، ان کے خلاف نہیں۔ اس کے اس طرح آنے میں اور اس کی جگہ راویوں کے ان عمروں اور روایتوں کے معلق ہونے اور اس کی عمر کی وسعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

٤٠٥- فإن قالوا: لسنا نَعْتَبِرُ بنقل الناقلين أنه أَسْلَمَ بدعوة النبي ﷺ وهو بالغ، أو أَسْلَمَ، وهو دون البالغ، لأن الأمرين جميعاً ليس مُفْصل ظاهر مفسر في صريح النَّقلِ وظَاهِرِه، ودعوى أَحَد الأمرين بدعوى الآخر. وإنما هو له على قَوْلِ الأئِمَّةِ من أَهْلِ النقل وإن كان .... (٢) أَسْلَمَ على يد رسولِ الله ﷺ حينَ دَعَاهُ؛ لأنه لا مَرَدَّ بين قَوْلِهم أَسْلَمَ، وبين قولهم أَطَاعَ وتقرَّبَ واسْتَجَابَ وانْقَادَ. كما أنه لا فَرْقَ بين قولهم: لأقر أبو جَهْل لما دَعَاهُ رسول الله ﷺ، وبين قولهم عصى، وضل، وخَالَفَ، وأبى، وامتنع وغير ذلك. لأنَّ الإسلام والكفرَ في حُكْمِ الظَاهِرِ: اسمُ الفِعلِ الوَاقِعِ على سبيل التكليف والإلزام: فمَنْ أَرَادَ جَعَل ذلك مجازاً ومنقولاً عن بابه، إحتاج إلى حُجَّةٍ وتنبه يقال لهم وهذا أيضاً في الإنْصَافِ والإستقامة على محجة النظر مثل الأوَّلِ ولو خَلَّيْنَا، وظاهِرُ قولهم: أَسْلَمَ علي رضي الله عنه حينَ أَسْلَمَ دعاه النبي، لوجُبَ أنْ يقضي أنَّه فَعَلَ وَاجِباً على سبيل التكليف، غير أن القائلِينَ بأنّه أسلم هُمُ بأعيانهم الذين نقلوا السيرة وأيام النبوة، والخلافة، ومُدَّة حياته بعد الأئِمَّة الثلاثة، فكأنها قد قالت في التصريح تقديراً أنه أَسْلَمَ وهو دون البالغ، وابْنُ أقل من عشر سنينَ إذا ضَمُّوا نَقْلَهم إسْلامَهُ إلى نَقلِ عُمْرِهِ، وعمْرِ من تَقَدمه، وهو دون البالغ، وليس كلُّ أمرٍ منقول، فلا بد أن يكون في صريح اللفظ، بل قد يكون منقولاً من جهة المعنى أو تقريبه، واللفظ يقوم مقامه، وينوبُ مَنَابه الصريح. فلذلك أيضاً كانَ لا فَرْقَ بينَ قَوْلِهم أَسْلَمَ وكَفَرَ، وبين قولهم، أطاع وتقرَّبَ، وعصي وخَالَفَ، وإن لم تكُن الطاعَةُ مذكورَةٌ في ظَاهِرِ قَوْلِهَا آمَنَ وَكَفَرَ. وإذا كان ذلك كذلك كانَ القَوْمُ وقَفُونَا على التاريخ وكان تأملُ ما نَقلُوهُ قَائِماً مَقَامَ سَماعِنَا قَوْلَهم: أسلم إسْلامَ فَضْلِ وتَأْدِيب فأزالَتْ هذه القرينة حكم اللفظ عنْ مُقْتَضَى ظَاهِرِه، وإطلاقه، فبان أنه لا مُتَعَلَّقَ لَكُم فيما قُلْتُم۔[1]

ا۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۴۳

ترجمہ: پس اگر وہ کہیں: ہم ناقلین کی نقل کو معتبر نہیں مانتے کہ وہ (علی رضی اللہ عنہ) اسلام لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جب وہ بالغ تھے، یا اسلام لائے جب وہ نابالغ تھے، کیونکہ یہ دونوں باتیں کسی واضح، صریح اور ظاہر نقل میں ترجیح یافتہ اور مفسر نہیں ہیں۔ اور ایک بات کا دعویٰ دوسری بات کے دعوے ہی کی طرح ہے۔ اور یہ محض ناقلین اہلِ علم وائمہ کے قول پر مبنی ہے اگرچہ (یہ بات) ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لائے جب آپ نے انہیں دعوت دی، کیونکہ ان کے قول "اسلام لائے" اور ان کے قول "اطاعت کی، تقرب حاصل کیا، قبول کیا اور جھک گئے" کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جیسے ان کے قول میں فرق نہیں کہ "ابوجہل نے اقرار کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی" اور ان کے قول "انہوں نے نافرمانی کی، گمراہ ہوئے، مخالفت کی، انکار کیا، رکے اور دوسرے الفاظ" میں۔ کیونکہ اسلام اور کفر حکمِ ظاہر میں وہ فعل کا نام ہے جو تکلیف اور التزام کے طریقے پر واقع ہو۔ پس جو چاہے اس کو مجاز اور اصل باب سے منتقل مانے تو اسے دلیل کی حاجت ہوگی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ بھی انصاف اور استقامت میں پہلی بات کی طرح ہے۔ اور اگر ہم ان کے قول کے ظاہر پر چھوڑ دیے جائیں کہ علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جب اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی، تو لازم ہے کہ یہ قرار دیا جائے کہ انہوں نے ایک واجب کام کیا تکلیف کے طریق پر۔ لیکن قائلین کہ وہ اسلام لائے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیرت، ایامِ نبوت، خلافت اور ان کی زندگی کا زمانہ بعد از ائمہ ثلاثہ نقل کیا ہے، گویا انہوں نے تصریحاً تقدیر کے طور پر یہ کہا کہ وہ اسلام لائے جب وہ نابالغ تھے اور دس سال سے کم عمر کے تھے۔ جب وہ ان کے اسلام لانے کی نقل کو ان کی عمر کی نقل کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور عمرِ مقدمین کے ساتھ کہ وہ نابالغ تھے۔ اور ہر بات منقول صریح لفظ میں نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات معنی کی جہت سے یا اس کے قریب سے منقول ہوتی ہے، اور لفظ اس کی جگہ قائم ہوتا ہے اور اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ان کے قول "اسلام لایا" اور "کفر کیا" اور ان کے قول "اطاعت کی اور قرب حاصل کیا" اور "نافرمانی کی اور مخالفت کی" میں کوئی فرق نہیں، اگرچہ طاعت (اطاعت) کا ذکر ظاہر قول "ایمان لایا اور کفر کیا" میں مذکور نہ ہو۔ اور جب ایسا ہے تو قوم نے ہمیں تاریخ پر واقف کیا، اور ان کی نقل پر غور کرنا ایسا ہے گویا ہم نے ان کا قول سنا کہ "وہ اسلام لائے ایک فضیلت اور تادیب کے طور پر"۔ پس یہ قرینہ لفظ کے حکم کو اس کے ظاہری مقتضا اور مطلق سے ہٹا دیتا ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ تمہارے دعویٰ میں کوئی تعلق نہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے پر امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل:

۴۰۹- وصح ان اسلام ابی بکر رضی الله عنه قبل اسلامه على الحد الذی امر به وانه افضل من اسلام زيد وخباب لما وصفناه من قبل والاقتصار على قدر ما وصفنا من النقل والسيرة تكشف عن صحة تقدم اسلامه وسرف منزلته ما يقوم بنفسه، فكيف اذا انضمت الىٰ ذلک شهرة ابی بکر رضی الله عنه بهذه الحال، والاخبار به من امره بحضرة الامة وفی المحافل والمجالس، والمديح المخبر والهجاء المسبر مما لا يستطلع وصفه، ولا يمكن كتمانه مع ظهوره وانتشاره، وقد قال افاضل من الشعراء المشهورين فی تقدمه وتفضيله وسابقته ما لا يمكن النفوس جحده والادعاء لقوله فی غيره او فی ذلک اظهر واشهر من ان يحتمل اعتراج مثل هذه العلل فيه، فمن ذلک قول حسان بن ثابت فی الابيات التی قدمنا ذكرها:

الثانی التالی المحمود مشهده　　　واول الناس منهم صدق الرسلا

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام ہر اس شخص کے اسلام سے پہلے ہے جس کو حکم دیا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام زید وخباب کے اسلام سے افضل ہے جس کو ماقبل ہم نے بیان کیا اور اقتصار اسی بات پر جس کو ہم نے حدیث اور سیرت سے نقل کیا اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے تقدم کی صحت واضح ہوئی اور ان کی اس قدر و منزلت سے غافل ہونا ظاہر ہوا جو ان کے ساتھ قائم تھی اور اس بات کا انکار کیسے ہو سکتا ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہرت اولیت اسلام میں ملی ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت اسلام کی خبر امت کے درمیان محافل و مجالس میں موجود ہے، اور اس خبر کی مدح کی گئی اس شخص کی مذمت کی گئی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس وصف کو نہیں جانتا اس کے ظہور کی وجہ سے اس کا چھپانا ممکن نہیں اور فاضل شعراء نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقدم، افضلیت اور سابقیت کی خبر دی اس کا انکار کسی نفس کے لئے ممکن نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کے قول کی دعوی کرنا ممکن ہے۔

اسی سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس کا ذکر ماقبل گزر چکا۔

کثیر صحابہ کا اتفاق:

والصحابة تسمع ذلک فلا تنکره بل تحفظه وتقبله

ترجمہ: کثیر صحابہ نے حضرت حسان بن ثابت نے ان اشعار کو سنا اور کسی نے اس بات کا انکار نہیں کیا بلکہ یاد رکھا اور اس کو قبول کیا۔[1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام اول اور فرقہ روافض کا رد:

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

٤١٠- ولا فرق بين قوله (اول من صلى) وبين قوله: (اول من اسلم او آمن) ثم وصف حنكته، وتجربته وانقياده على البصيرة، التامة الكاملة، وهذه الاشعار المشهورة الواردة بالتفصيل: بل اثبت واقوىٰ، لان الاشعار مسيرة، والقلوب لهجة بحفظها، والالسن مولعة بذكرها وانتشارها، ودواعى المخالفين بمضمونها، وقائلها وهى متوفرة على ردها واعتراضها؛ فاذا سلمت من ذلک من قبلت فيه، وهو الذى اوجب الاذعان بها، وترک تعنت قائلها، وثلبه بها، وليس المعتبر فى ذلک ثلب الشيعة اليوم، ثلب من قيلت فى عصره وبادءت اليه من فضلاء الامة، والسلف من اهل القدوة، وقد كشفنا هذا العرض غير دفعه بما يزيل الشبهة وتثبت الحجة.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک تعارض اور اس کا رفع:

مفہوم: نہیں ہے کوئی فرق اس حدیث کے درمیان کے کہ سب سے پہلے جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اس حدیث کے درمیان کہ سب سے پہلے جو اسلام لایا پھر آپ کو تجربہ سے موصوف کیا گیا اور آپ کا تسلیم کرنا بصیرت تامہ کاملہ پر تھا یہ اشعار جو آپ کی فضیلت میں وارد ہوئے ہیں، ثابت

ا۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۶

اور قوی ہے اس لئے کہ اشعار ایک اچھا طریقہ ہے یاد کرنے کا۔ زبانیں اس کے ذکر اور اس کے پھیلانے میں روشن ہے مخالفین کے مضمون کے دواعی کے لئے یہ ردوافر ہے۔ جب تو نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اول مسلم ہونا اس پر اجماع امت ہے اور جس خبر کی شہرت یقین کے درجہ تک پہنچی اور جو اس کو قبول کرے گا اس کی مدح کی گئی۔ اس خبر کے ذریعے یقین حاصل ہوتا ہے قائل کی سرکشی اور اس کے عیب کو ختم کر دیتی ہے شیعہ کا اس میں عیب لگانا اس کا کوئی اعتبار نہیں سلف وہ لوگ تھے جن کی اقتدا کی جائے ہم نے اس کی تقریر اس طریقے سے کی جو دلیل کو ثابت کرتی ہے اور شبہات کو زائل کرتی ہے۔[1]

٤١١- فاذا كانت الاخبار عن النبى ﷺ واردة فى تقديمه وتفضيله، ثم عن عمر رضى الله عنه بعده، ثم عن على رضى الله عنه، ثم عن الاماثل من الصَّحابَةِ والتابعين، ثم انْضَافَ إلى ذلك هذه الأشعار الظاهِرَةُ، والمقولة في عَصْرِ الصَّحابَةِ، ومَنْ بَعدَهُم من التابعين مِنْ غَيْرِ اعْتِراضٍ، واشْتَهَرَ اشْتِهَارَ هذه الأشعارُ، صَحْ أنه أَسْبَقَهم إسلاماً، وأن هذه الأمور المتناسبة، والمُتشاكلة يَشْهَدُ بَعْضُها لِبَعْضٍ، ويَصْدُقُ بَعْضُها لبَعْضٍ، وبِمِثْلِ هذا يَصيرُ الخبر تواتراً أو يكون الأمْرُ ظَاهِراً مُتَبَشِّراً، فثبت بذلك ما قلنا.

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولیت خبر متواتر سے:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر صدیق کی فضیلت اور تقدیم میں بہت ساری احادیث دلالت کرتی ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ان کی طرح کئی صحابہ و تابعین سے بہت سارے فضائل منقول ہوئے جو آپ کی افضلیت پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضلیت کو ظاہر کرتے ہیں ان اشعار کا اطلاق صحابہ و تابعین کے زمانے میں ہوا تو کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ان اشعار کو شہرت حاصل ہوئی تو ثابت ہوا کہ آپ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔ یہ امور متناسب و متشاکل ہیں بعض نے بعض کے لئے گواہی دی اور بعض نے بعض کی تصدیق کی، یہ خبر متواتر ہو گئی یا یہ امر ظاہر فضیلت والا ہو گیا۔ ثابت ہو گیا وہ دعوی جو ہم نے ذکر کیا۔

٤١٢- وليس يُنْكِرُ أن تكونَ الثِّقةُ تَرْوِي أشعاراً وأخباراً تُعارِضُ هذه الروايات والأشعار، غير أنه لا يَعْتَبِرُ بها حتى يحل في الظهورِ والاشْتِهَارِ مَحَلَّ هذه الأمور التي يَعْلَمُها كُل أحَدٍ عَرَفَ السيرَةِ، ونَظَرَ فِي الإِنْكَارِ، لأنَّ مُعَارَضَته ما ذكرْناهُ مِمَّا يَجِبُ أنْ تتوفَّرَ الدَّوَاعِي على نَقْلِهِ، ويَغْلُبُ ظُهُورُهُ على كِتَمانِهِ، ولا يَجِيءُ مَجيئاً يختص الشيعة وحدَهَا بِعِلْمِهِ كما أنَّ هذه الأخبار والأشعار خاصة ليس مِمَّا يختص بعِلْمِها البَكْرِيَّةُ دون الشيعة، ولا المعتزلة دون الخَارِجَةِ، ولا المُتكلّمون دون الفُقَهَاءِ، وفي تَعَذُّرِ ذلك عليهم دليل على تلفيق ما تُورِدُونَه وتاريخه والتخوض فيه، لأنَّ مِثْلَهُ لا يُخفى.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت اسلام متبعین:

عادتاً یہ بات ثابت نہیں کہ کوئی ثقہ آدمی اشعار و اخبار کو گھڑے جو ان روایات اور اشعار کے معارض ہوں نہیں اعتبار ہو گا ان کا جو محل ظہور میں ہوں اور

۱۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۶

مشہور ہوں جن کو ہر ایک اہل سیر میں سے جانتا ہو۔ اس لئے یہ معارض ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ضروری ہے اس کی نقل کے داعی کثرت سے ہو اور ظہور پوشیدگی پر غالب ہو اور شیعہ کو اس کا کوئی علم حاصل نہیں ہوا جس طرح یہ اخبار واشعار خاص اس قبیلے سے نہیں ہے جس سے اہل شیعہ اپنا استدلال پکڑ سکے نہ ہی معتزلی اور نہ ہی متکلّمین۔ اس کا متعذر ہونا اس لئے ہے کہ دلیل میں تلفیق ہوگئی۔

٤١٣- ومِمَّا يَدُلُّ على تَقَدُّم إسلام أبي بكرٍ رَضِيَ الله عنه من طريق الرواية عن رسول الله ﷺ، ما رُوي أنه قال: «أيها الناسُ! إن الله عزّوجلَّ قد بَعَثَنِي إليكم جميعاً فقُلْتُم جميعاً كَذَبْتَ وقال أبوبكر صَدَقْتَ وفي رواية أخرى: فقال لي صَاحِبي هذا صَدَقْتَ أي أبا بكر فهل أنت تاركي وصَاحِبِي. وما رُوِيَ عنه أنّه قال: ما دَعَوْتُ أحداً إلى الإسلام إلا كانَتْ له كَبْوَة وتَرَدُّد، إلا ما كان من أبي بَكْرٍ، فإنَّه لَمْ يَتَلَعْثَمْ وفي هذين الخَبَرَينِ دليل واضح على تقدم إسلام أبي بَكْرٍ على إسلام كُلِّ أحدٍ لأَنَّه لو كان علي أو زيد أو خبابٌ أَسْلَمُوا، أو واحد منهم، وتقبل الدعوة، والْتَزَمَا لتكليف قبل أبي بكرٍ، وقَبْلَ كُلِّ أَحَدٍ لكان هو القَائِلُ له: «صَدَقْتَ»، دون سائر المُكَذِّبِينَ، ولم يَكُنْ لِذِكْرِ أَبِي بَكْرٍ بمَا ذَكَرَهُ فَائِدَةً وَمَعْنى، إذا كان إسلامه بعد إسلام المُصدِّقِ الأَوَّلِ له. كما أنه لا يكون لتخصيص سعد أو عَبْدِ الرحمان بمِثْلِ هذا القوْلِ معنى: إذا كان إسْلامُهما بعد إسلام المُتَقدِّم، وأحق من قِيلَ فيه. فقالَ: «صَدَقْتَ» وإنَّه لم يَتَرَدَّدَ، ولا تَلَعْثَمَ من تَقَدَّم إسلامه. وغيره في الروايَّةَ، ومُعَالَجَةِ الشبْهَةِ، والتفكر في صحة الرسالة والدعوة، وتخصيص رسول الله ﷺ أبا بكر بذلك: فيَدُلُّ على تَقَدمِ اسلامه.[1]

ترجمہ: ان باتوں میں سے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تم نے سچ کہا، یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ، تو کیا تم مجھے اور میرے ساتھی کو چھوڑ دوگے؟" اور ان سے کیا روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں نے کسی کو اسلام کی طرف بلایا نہیں مگر اس کے کہ اسے ٹھوکر لگی ہو اور ہچکچاہٹ ہوئی ہو، سوائے اس کے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی، اس لیے کہ وہ نہ جھکا۔ ان دو رپورٹوں میں اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ابوبکر کا اسلام باقی سب کے اسلام سے پہلے تھا۔ اس لیے کہ اگر علی رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ یا خباب رضی اللہ عنہ، یا ان میں سے کسی ایک نے اسلام قبول کرلیا ہوتا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے اور سب سے پہلے اس کی ذمہ داری کو پورا کیا ہوتا تو باقی منکروں کے بغیر ان سے یہ کہنے والا ہوتا کہ تم نے سچ کہا۔ ابوبکر کا ذکر کرنے کا کوئی فائدہ یا مطلب نہ ہوتا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے، اگر ان کا اسلام قبول کرنے کا عمل پہلے شخص کے قبول کرنے کے بعد ہوا جس نے ان کی تصدیق کی۔ اسی طرح سعد یا عبدالرحمٰن کو اس طرح کے قول سے اکٹھا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، اگر ان کا اسلام قبول کرنا پہلے والے کے اسلام لانے کے بعد ہوا اور جس کے بارے میں کہا گیا وہ زیادہ مستحق ہے۔ تو اس نے کہا، "تم نے سچ کہا، " اور اسلام قبول کرنے سے پہلے اس نے ہچکچاہٹ یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اور دوسرے روایت میں، اور شک سے نمٹنے، اور پیغام اور دعوت کے صحیح ہونے کے بارے میں سوچنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ابوبکر کو اکٹھا کیا: یہ ان کے اسلام کی ترقی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

[1] (مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۷)

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اولیت اسلام ابی بکر کا حدیث سے استدلال:

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سلیمان بن عامر سے مروی ہے:

٤١٤- قال قلت یا رسول اللہ ﷺ من تبعک علی ھذا الامر قال حر وعبد ابوبکر وبلال.

ترجمہ: میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ سب سے پہلے آپ کی اتباع کس نے کی؟ فرمایا: ابوبکر و بلال نے۔

اس مرفوع حدیث کو ہم سابقاً نقل کر چکے ہیں متعدّد کتب سے، یاد رہے یہ حدیث پاک امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کی ہے مگر وہاں اول مابعث کے لفظ نہیں ہے۔

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کے بغیر نقل فرمایا اور یہ استدلال فرمایا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستی حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

فدل ابتداہ بھما انھما اسبق الناس اسلاما

.کہ یہ ان دونوں کے سابق الاسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

اس کی دلیل ارشاد فرماتے ہیں:

لان احق من ذکر فی جواب ھذا الکلام من سبق اسلامه، فھذه جملة کافیة فی الابانة عن تقدم اسلامه وسابقته.

ترجمہ: اس کلام کے جواب میں حق یہ ہے کہ اس کو ذکر کیا جائے جس کی اسلام میں سابقیت ثابت ہو پس یہ جملہ اس بات کے ظہور میں کافی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام میں تقدم وسابقیت حاصل ہے۔[۱]

سوال: جناب آپ نے امام ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدّد حوالہ جات کو ذکر کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول مسلم ہیں مگر یہی امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفضیل شیخین کا مسئلہ ظنی ہے؟

الجواب بعون الوھاب:

افضلیت شیخین کا مسئلہ قطعی ہے جس کی قطعیت کی تصریح بہت سارے ائمہ نے کی۔ جن لوگوں نے ظنی کہا ان کا ظنی کہنا اس قطعیت کے منافی نہیں۔

فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسئلہ قطعی یا ظنی:

اس پر دلائل دینے سے پہلے میں پوچھتا ہوں کئی مسائل ایسے ہیں جن پر قطعیت ہے مگر اس کا صراحتاً قطعیت کا ثبوت ملنا بہت مشکل ہے پھر کتنے

۱۔ مناقب ائمہ اربعہ: ۳۳۸

مسائل ایسے ہے جن کا انکار کفر مگر اس پر بھی اطلاق قطعیت کا مشکل، اس لیے یہ ڈرامائی کھیل کھیلنا کسی دھوکہ اور فریب بازی سے کم نہیں۔ ختم نبوت کا مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے اور قطعیات میں سے ہے کیا اس پر آپ قطعی ہونے کا اطلاق کئی ائمہ سے صراحتًا دکھا سکتے ہیں؟ مشکل ہے اور یہ تو ہے بھی قطعی بمعنی الاخص اور ہماری تو مابہ النزاع ہی قطعی بمعنی الاعم میں ہے اسی طرح بہت سارے مسائل ہیں یہ ایک مثال دی ہے اللہ کرے یہ سمجھ لگ جائے اور ہضم ہو جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے ایسا کیوں؟ تو بدیہی جواب ہے کہ کوئی اختلاف ہی نہیں کہ یہ صراحت کی جائے۔

اب میں چند ائمہ کی عبارات نقل کرتا ہوں جنہوں نے اس مسئلہ کو قطعی کہا:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ

امام مازری رحمۃ اللہ علیہ

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

امام بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

ابراہیم بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ملا احمد جندی رحمۃ اللہ علیہ

امام شربینی رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

قال سئلت مالکا عن خیر الناس بعد نبیهم صلوات الله وسلام علیه فقال ابوبکر قال او فی ذالک شک قال ابن القاسم فقلت لمالک فعلی وعثمان ایهما افضل فقال ما ادرکت احد ممن اقتدی به یفضل احدهما علی صاحبه یعنی علیا وعثمان ویری الکف عنهما.[1]

ا۔ المدونۃ الکبریٰ، ج ۱۶ ص ۲۵۱ وزراۃ الشوق الاسلامیہ العربیہ السعودیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، مزید فرمایا اس میں کوئی شک نہیں یعنی قطعیت ہے اس نے پھر مزید پوچھا حضرت علی رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے کسی شخص کو نہیں پایا جو ان دونوں میں کسی کو فضیلت دے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس میں توقف اختیار کر۔

فقیر اس عبارت کا ایک اور مفہوم بیان کرتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں پایا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے۔ آگے فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے سے باز رہا جائے۔

تنبیہ وازالہ وہم:

اس کا ایک نسخہ میں نے دیکھا جو محرف شدہ تھا اس میں عبارت اس طریقے سے ہیں کہ معنی ومفہوم عقیدہ اہلسنت کے بھی خلاف ہے، دوسرا خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی اس کی مطابقت نہیں رکھتی، اس نسخہ کی عبارت کچھ یوں ہے۔

سالت مالكا عن خير الناس بعد نبيهم قال ابوبكر ثم قال الواشحي في ذلك شك قال ابن القاسم فقلت لمالك فعلي وعثمان ايهما افضل فقال ما ادركت احدا ممن اقتدي به يفضل احدهما علي صاحبيه يعني عليا وعثمان ويري الكف عنهما.[1]

میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ پھر واشحی نے اس میں شک کیا۔ ابن القاسم نے کہا: میں نے مالک سے کہا: تو علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ میں کون افضل ہے؟

انہوں نے کہا: میں نے کسی ایسے کو نہیں پایا جن کی میں اقتدا کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت دے (یعنی علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ میں سے کسی کو دوسرے پر افضل قرار دے) بلکہ وہ دونوں کے بارے میں توقف کو ہی بہتر سمجھتے تھے۔

پھر اس کے دوسرے نسخہ جات بھی کئی زیر مطالعہ تھے جن میں دار الکتب العلمیہ بیروت اور مصر کا نسخہ جو ۱۳۲۴ کی طباعت ہے۔ اور وزارۃ الاسلامیۃ ان تینوں نسخوں کی عبارت درست تھی۔ جو امام مالک کے اور عقیدہ اہلسنت دونوں کے مؤقف کے مطابق تھی۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ بھی اس کے قطعی ہونے کے قائل ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک بھی یہ قطعی ہے اسی لیے تو آپ نے فرمایا:

۱۔ المدونۃ الکبریٰ جلد ۴ ص ۷۷ مکتبۃ القدس

من علامات اهل السنة تفضيل الشيخين ومحبة الختنين ومسح الخفين.

اہلسنت کی پہچان ہے کہ وہ شیخین کو فضیلت دیتے ہیں (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور ختنین سے محبت کرتے ہیں (حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما) اور موزوں پر مسح کرتے ہیں۔

"وروي عن أبي عصمة نوح بن أبي مريم الجامع (١) سألت أبا حنيفة رحمه الله مَن أهل القبلة والجماعة؟ قال: من فضَّلَ أبا بكر وعمر، وأحَبَّ عثمان وعليّا رضي الله عنهم، ورأى المسحَ على الخفين، ولم يكفر أحدا بذنب، وآمن بالقدر خيره وشره من الله، ولم ينطق في الله بشيء"(۱)

ترجمہ: اور روایت کیا ابوعاصم سے نوح بن ابو مریم نے، فرماتے ہیں میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اہلسنت والجماعت کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دے اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرے اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھے اور کسی بھی گناہ کا انکار نہ کرے اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لائے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور اللہ کی ذات کے بارے میں کوئی بات نہ کہے۔

امام بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

لو ثبت ان اهل الاجماع تمسكوا بهذ الخبر فصار مقطوعا كالتواتر بل فوقه اذ لا يتوهم في الاجماع للالخطاء وانما منع نسخ خبر الواحد لا لمتواتر اذا لم يعتقد بما يفيد القطع وههنا قد اعتقد بالاجماع المصير اياه قطعيا.(۲)

ترجمہ: اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اہلِ اجماع نے اس خبر کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ قطعی (یقینی) ہوگئی جیسے تواتر بلکہ اس سے بھی بلند، کیونکہ اجماع میں خطا کا وہم بھی نہیں کیا جاتا۔ اور خبرِ واحد کے نسخ کو صرف اسی وجہ سے روکا گیا ہے کہ وہ متواتر نہیں، جب تک کہ اس پر ایسا اعتقاد نہ ہو جو قطعی فائدہ دیتا ہو۔ اور یہاں تو اجماع کے ذریعے اس پر اعتقاد کیا گیا ہے جس نے اس کو قطعی بنادیا ہے۔

علامہ ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ:

فی کلامه دلالة علی ان من فضل علیا علی الشیخین فهو خارج من اهل السنة والجماعة.(۳)

علامہ ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بے شک جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دے تو وہ اہلسنت سے خارج ہے، اس کا اہلسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

۱۔ الاعتقاد لعماد الاسلام النیسابوری، ص ۱۳۰

۲۔ مسلم الثبوت

۳۔ طریقہ محمدیہ

امام عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام سخاوی کے رحمۃ اللہ علیہ نزدیک:

اختلفا في التفضيل قطعي او ظني فالذي مال اليه الاشعري الاول عليه يدل قول مالك الاتي نقله من المدونة.

ترجمہ: انہوں نے اختلاف کیا کہ فضیلت (یعنی صحابہ میں افضل ہونے کا معاملہ) قطعی ہے یا ظنی۔ تو جس طرف امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ مائل ہوئے وہ پہلا ہے (یعنی قطعی ہونا)، اور اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو "مدوّنۃ" سے منقول ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

قوله او في ذلك شك يريد ما ياتي عن الاشعري ان تفضيل ابي بكر ثم عمر علي بقية الامامة قطعي.

ترجمہ: ان کا قول "یا اس میں شک ہے" سے مراد وہی ہے جو امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے آتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو باقی ائمہ پر فضیلت دینا قطعی ہے۔

ابراہیم بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

فعند الاشعري ومالك قطعي.

ترجمہ: امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضلیت کا مسئلہ قطعی ہے۔

ملا احمد جندی رحمۃ اللہ علیہ:

كان السلف كانوا متوقفين لا يعطون بتفضيل عثمان كما قطعوا بتفضيل الي بكر وعمر.[1]

ترجمہ: سلف صالحین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضلیت دینے میں توقف کرتے تھے جیسے وہ قطعی طور پر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضلیت دیتے تھے یعنی سلف صالحین حضرات شیخین کی افضلیت کے قطعی ہونے کے قائل تھے۔

امام مازری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام مازری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں قطعیت ہے۔[2]

امام شربینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ نے وہاں ایک مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کسی نے کہا اگر خیر اور شر اللہ کی طرف سے نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق۔ معتزلہ نے کہا اگر اللہ کی طرف سے ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ دوسرا مسئلہ سنی نے کہا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق۔ رافضی نے کہا اگر علی

۱۔ حواشی بہیۃ، ص: ۱۶۹

۲۔ المعلم بفوائد مسلم، جلد: ۳، ص: ۲۴۱

رضی اللہ عنہ افضل نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رافضی اور معتزلی کی بیوی کو طلاق لاحق ہوگئی دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں غلبہ ظن پر قسم اٹھائی حالانکہ یہ مسئلہ قطعی ہے۔ [۱]

سوال:

اگر کوئی شخص کسی صحابی سے زیادہ محبت کرتا ہے اور ساتھ شیخین کو افضل جانتا ہے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب:

یہ سوال امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوا تھا کہ کوئی شخص خلفاء اربعہ کی فضیلت کا قائل ہو۔

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دیگر موجبات تفضل میں بھی جملہ صحابہ سے فاضل تر تھے۔ چنانچہ موجبات تفضل سے پہلی بات تقدیم اسلام ہے تو اس امر میں کسی عالم کو اختلاف نہیں کہ اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سب سے اوّل تھا۔

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیگر کے تقدم اسلام کی اسنادی حیثیت:

ان چار حضرات کے تقدم اسلام کے باب میں احادیث وارد ہیں مگر تقدم اسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اسناد جیسی جید اور درست تر ہیں اس درجہ باقی ہر سہ حضرات کی حدیثِ اسلام کی اسناد جید نہیں۔

سوال:

اگر کہا جائے کہ جب پہلی دفعہ حضرت جبریل غار حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سورۃ اقراء لیکر نازل ہوئے اور آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فوراً اس کی تصدیق کرلی، اس سے ظاہر ہے کہ اسلام حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سب سے اول ہے۔

جواب:

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ کسی حدیث معتبر سے تو یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہاں اس کا احتمال ہے اور لفظ احتمال کو ہم نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ اس وقت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں جبرائیل ہوں، خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچانا بھی نہیں تھا۔ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی ابتدائی چند آیات پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دہشت طاری ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور اس بات کا ذکر تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور آپ کی بات کو سچا جانا۔ اس وقت آپ من جانب اللہ دعوت پر مامور بھی نہ تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ مامور بدعوت ہوئے تو پہلی مرتبہ دعوت ابوبکر کے سامنے پیش کی جس کو انہوں نے فی الفور قبول کرلیا اور اسلام میں شامل ہوگئے۔

۱۔ الغرر البہیۃ، جلد ۴ ص ۲۹۰

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علی وجہ التسلیم کلام:

باوجود اس کے کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ آپ کے سوا اسلام میں باقی تینوں میں سے کسی کو تقدم تھا تو اس سے کوئی فضیلت ان کی ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی تھی عورت زاد تھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو دفعہ کرنے کی قوت و مجال کہاں ہوسکتی ہے؟ نہ وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائی حالت میں دعوت کے بارے میں کوئی مدد پہنچا سکتی تھی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک صغیر سن بچے تھے انکا اسلام اس وقت دعوت میں کیا مدد کر سکتا تھا اور موجب تقویت ہوسکتا تھا۔ رہے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تو وہ موالی میں سے تھے اور عرب میں مولیٰ یعنی غلام کی دعوت وقعت نہیں رکھتی۔ ظاہر ہوا کہ سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس وقت کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اپنے اسلام سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ امداد و تقویت پہنچاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ایک ایسے شخص تھے جو قوت و تمیز و شوکت و مرتبت کی حالت میں اسلام لائے اور دعوت اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون دوست اور بازو بنے اور کامل تیرہ سال تک ہر طرح کی تکلیف و مصیبت میں سرکار کا ساتھ دیا۔ تبلیغ و دعوت اور نشر ملت میں سعی کامل بجالاتے رہے۔[۱]

امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

أعلاهم رتبة السابقون منهم إلى الإسلام وأول من سبق منهم من الرجال أبوبكر، ومن أهل البيت علي، ومن النساء خديجة، ومن الموالي زيد بن حارثة ومن الحبشة بلال، ومن الفرس سلمان. واختلفوا في علي وأبي بكر، فأكثر أصحاب التواريخ على أن عليا أسلم قبل أبي بكر بيوم. وإنما اختلفوا في سنه وبلوغه عند إسلامه. وأجمعوا على أن أول من أسلم من تميم واقد بن عبد الله التميمي، وهو أول مسلم قتل كافراً في دولة الإسلام؛ لأنه قتل عمرو بن الحضرمي قبل وقعة بدر. وقال محمد بن إسحاق بن يسار: أول ذكر من الناس آمن برسول الله ﷺ علي بن أبي طالب(۱)، ثم أسلم زيد بن حارثة مولى رسول الله ﷺ، ثم أسلم أبوبكر، ثم دعا أبوبكر إلى الإسلام من وثق به فأسلم على يديه عثمان بن عفان وطلحة بن عبيد الله والزبير بن العوام وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن أبي وقاص؛ فجاء بهم إلى النبي ﷺ فأسلموا وصلوا معه، ثم أسلم أبو عبيدة عامر بن عبد الله بن الجراح، ثم دخل الناس أرسالاً في دين الإسلام. وأول من اسلمت الله عنها (ة)، النساء خديجة رضي من، وكان إسلامها قبل إسلام عليّ وأبي بكر ثم عاتكة بنت الخطاب أخت عمر بن الخطاب، وأسماء بنت ابى بكر وعائشة بنت ابى بكر، واسماء بنت عميش امراة جعفر بن ابى طالب بعد اسلام زوجها جعفر[۲]

۱۔ المعتمد، ص: ۲۵۳، مترجم

۲۔ اصول الدین، ص: ۳۲۶

ترجمہ: ان میں سب سے بلند رتبہ والے وہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور ان میں سب سے پہلے جو سبقت لے گئے مردوں میں وہ ابوبکر ہیں، اہلِ بیت میں علی ہیں، عورتوں میں خدیجہ ہیں، غلاموں میں زید بن حارثہ ہیں، حبشہ والوں میں بلال ہیں، اور فارس والوں میں سلمان ہیں۔

اور علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے، پس اکثر اصحابِ تاریخ اس پر ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک دن پہلے اسلام لائے، البتہ ان کی عمر اور اسلام کے وقت بلوغ میں اختلاف ہوا ہے۔ اور وہ اس پر متفق ہیں کہ قبیلہ تمیم میں سب سے پہلے اسلام لانے والے واقد بن عبد اللہ التمیمی تھے، اور وہ پہلا مسلمان ہے جس نے اسلامی ریاست میں کسی کافر کو قتل کیا، کیونکہ اس نے عمرو بن حضرمی کو بدر کی لڑائی سے پہلے قتل کیا۔

اور محمد بن اسحاق بن یسار نے کہا: سب سے پہلے مردوں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ علی بن ابی طالب تھے، پھر زید بن حارثہ غلامِ رسول اللہ، اسلام لائے، پھر ابوبکر اسلام لائے، پھر ابوبکر نے جن پر اعتماد کیا انہیں اسلام کی دعوت دی، تو ان کے ہاتھ پر عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اسلام لائے۔ پس وہ سب کو رسول اللہ کے پاس لے آئے تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح اسلام لائے، پھر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اور سب سے پہلی عورت جو اسلام لائی وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور ان کا اسلام لانا علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے تھا۔ پھر عاتکہ بنت خطاب (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن)، اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، اور عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں، وہ اپنے شوہر جعفر کے اسلام کے بعد اسلام لائیں۔

عبدالقادر کی خیانت وکذب بیانی:

موصوف اپنی کتاب میں کہتے ہیں: کہ صحابہ کرام کی ترتیب مراتب کا ایک معیار پہلے ایمان لانا ہے، اس لئے ایمان اور اسلام کی اولیت کا فیصلہ بھی ایک جزوی مضمون ہے۔[۱]

تبصرہ:

مصنف کا جھوٹ دیکھیں کہ ترتیب کے معیار کو اولیت اسلام پر موقوف رکھا اسی لئے یہ احباب اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ اولیت اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے، حالانکہ مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اول اسلام کا قول مردوں میں سے عقل ونقل کے خلاف ہے۔

مصنف کا یہ کہنا کہ صحابہ کی ترتیب معیار پہلے ایمان لانا ہے، جو پہلے ایمان لائے گا معیار کی ترتیب میں اول ہوگا مصنف کا یہ اختراعی نظریہ ہے، جو کذب وخیانت پر مشتمل ہے چودہ صدیوں میں اہلسنت میں سے کسی نے یہ نظریہ پیش نہیں کیا۔

عبدالقادر نے کہا کہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ وہ شخص ہے جو اصول دین کے امام ہیں پھر ان کے حوالے سے ایسا تصور پیش کرنے کی کوشش کی جس کا تصور ان کے ذہن میں متصور نہیں، کہا کہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مراتب میں اعلیٰ اسی کو جانتے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔

۱۔ زبدۃ التحقیق، ص:۵۷

پہلا کذب:

تو یہ ہے کہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا کوئی نظریہ نہیں جو روافض یا تفضیلیوں کا مؤید ہو۔

دوسری بات:

عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام کے طبقات کو بیان کیا ہے کہ

پہلا طبقہ:

طبقات میں سب سے پہلے وہ ہے جو سب سے پہلے اسلام لائے۔

دوسرا طبقہ:

اصحاب دار الندوہ کا ہے۔

تنبیہ: امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اگر کوئی غلط نظریہ ہوتا تو اس طبقہ میں حضرت عمر کا ذکر نہ کرتے۔

تیسرا طبقہ:

وہ اصحاب جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

چوتھا طبقہ:

اصحاب عقبہ اولیٰ۔

پانچواں طبقہ:

عقبہ ثانیہ۔

چھٹا طبقہ:

جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

ساتواں طبقہ:

وہ اصحاب جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ داخل ہوئے اور بدر کے درمیان ہجرت کی۔

آٹھواں طبقہ:

بدری صحابہ۔

نواں طبقہ:

اصحاب احد۔

دسواں طبقہ:

اصحاب خندق۔

گیارہواں طبقہ:

اصحاب خندق وحدیبیہ کے درمیان۔

بارہواں طبقہ:

اصحاب بیعت الرضوان۔

تیرہواں طبقہ:

حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے۔

تنبیہ: امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اگر کوئی غلط نظریہ ہوتا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کرتے۔

چودہواں طبقہ:

جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔

تنبیہ: امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اگر کوئی غلط نظریہ ہوتا تو اس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی مثال ذکر نہ فرماتے۔

پندرہواں طبقہ:

وہ اصحاب جو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

سولہواں طبقہ:

وہ اصحاب جو بچے ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک کیا ایمان کی حالت میں جیساکہ حسن وحسین۔[1]

تبصرہ:

عبدالقادر کا مغالطہ دینا کسی فریب سے خالی نہیں حالانکہ امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات صحابہ کی تقسیم کے بعد اگلے ہی صفحے پر فرمایا کہ اہلسنت کا اجماع ہے تمام صحابہ سے **افضل** خلفاء اربعہ ہیں پھر باقی درجہ بدرجہ۔

سوال:

ہوسکتا ہے کوئی امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر اعتراض کرے کہ علامہ صاحب نے تمام صحابہ سے **افضل** خلفاء اربعہ کو کہا ہے ہم بھی خلفاء اربعہ کی فضیلت کے قائل ہیں لہٰذا اس میں کوئی نزاع نہیں۔

۱۔ اصول دین، ص:۳۲۵تا۳۳۰

جواب:

میں کہتا ہوں مصنف نے معیار افضلیت ترتیب خلافت کو ہی بنایا ہے اگر مصنف اس مسئلہ میں اہلسنت کے مخالف ہوتے تو جس طرح علی رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ میں اختلاف کو نقل کیا اور اہلسنت کے موقف کو یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضلیت کو مقدم رکھا اسی طرح ضرور بضرور وہ ابوبکر والے مسئلہ میں اختلاف کو ذکر کرتے۔

پہلی دلیل:

آپ فرماتے ہیں:

اختلف اصحابنا فی تفضیل علی وعثمان فقدم الاشعری عثمان وبناه علی اصله فی المنع من امامة المفضول.

ترجمہ: ہمارے اصحاب (علما) نے علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اختلاف کیا۔ پس اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا اور اسے اپنے اس اصل پر بنیاد رکھا کہ کم تر (مفضول) کی امامت جائز نہیں۔

دوسری دلیل:

امامت کی شروط بیان کرتے ہوئے عقیدہ اہلسنت کے مطابق بیان کی مزید فرمایا کہ عصمت نبوت ورسالت کے مختصات ہیں نہ کہ امامت کے بلکہ فرمایا کہ شیعہ لوگ امام کی عصمت کے قائل ہیں آپ فرماتے ہیں:

ان العصمة من شروط النبوة والرسالة وليست من شروط الامامة -----الخ.

قالت الشيعه كلها لوجوب العصمة الامام فی الجمله.

مزید امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ امامت نص سے ثابت ہوتی ہے یا اختیار سے؟ اہلسنت کے نزدیک امامت منصوصی نہیں جبکہ روافض کے نزدیک امامت منصوصی ہے۔ امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے روافض کا رد کیا اور عقیدہ اہلسنت کو ثابت کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

واختلفوا فی طریق ثبوت الامامة من نص او اختیار، فقال الاجمهور الاعظم من اصحابنا ومن المعتزلة والخوارض والنجارية: ان طریق ثبوتها الاختیار من الامة باجتهاد اهل الاجتهاد منهم واختیارهم من یصلح لها، وکان جائزا ثبوتها بالنص غیر ان النص لم یرد فیها علی واحد بعینه فصارت الامة فیها الی الاختیار، وزعمت الامامية ولا جارودية من الزيدية والراوندية من العباسية ان الامامة طريقها النص من الله تعالى على لسان رسوله ﷺ على الامام.

ترجمہ: اور امامت کے ثبوت کے طریقے میں اختلاف ہوا ہے: کیا وہ نص (صریح حکم) سے ہے یا انتخاب سے؟

پس ہمارے اصحاب کی اکثریتِ عظیم اور معتزلہ، خوارج اور نجّاریہ نے کہا کہ اس کے ثبوت کا طریقہ امت کا انتخاب ہے، یعنی اہلِ اجتہاد اپنے اجتہاد سے اس کے لیے موزوں شخص کو چنیں۔ اور یہ بھی جائز تھا کہ امامت نص کے ذریعے ثابت ہو، لیکن اس بارے میں کسی خاص شخص پر نص وارد نہیں ہوئی، تو امت کو اس معاملے میں انتخاب کی طرف لوٹنا پڑا۔

اور امامیہ، زیدیہ میں سے اجارودیہ اور عباسیہ میں سے راوندیہ نے کہا کہ امامت کا طریقہ نص ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ﷺ کی زبان پر امام کے بارے میں۔

تیسری دلیل:

امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ روافض کا رد فرمایا پھر اپنی دوسری کتاب "الفرق بین الفرق" میں بھی رد فرمایا۔ اپنی تیسری کتاب "الاسماء والصفات" میں بھی رد فرمایا۔

(معلوم نہیں کہ یہ کتاب مصنف عبدالقادر نے دیکھی بھی ہے یا نہیں)؟

سوال:

مصنف نے اول مسلم ہونے کا قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہے۔

جواب:

یہ بھی ایک مغالطہ ہے مصنف نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام کو مقدم رکھا اسی سے اپنے موقف اور ترجیح کو بیان فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اختلاف اولیت اسلام کی نسبت کا قول۔ بعض اصحاب تاریخ کی طرف کرنا خود اس کے مرجوح ہونے کی طرف اشارہ ہے یا پھر بچوں کے اعتبار سے نسبت کر دی اور اس میں کوئی نزاع نہیں۔ [۱]

سوال:

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ختنین کے مسئلے میں اختلاف منقول ہے۔ اور عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی اگلی عبارت میں منقول ہے کہ اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ و دیگر نے اختلاف بھی کیا ہے اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر منقول کی ہے۔

جواب:

جمہور کے نزدیک ترتیب افضلیت، ترتیب خلافت پر ہے۔ فرق یہ ہے کہ افضلیت شیخین کا منکر گمراہ ہے اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اول خلیفہ مع افضلیت کے تسلیم نہ کرے وہ گمراہ اہلسنت سے خارج ہے۔ اس پر امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعی واجماع کا قول نقل کیا اور جو حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم کا قائل ہو، امام بربہاری کے نزدیک تو رافضی ہے اور جو توقف کا قائل ہو وہ اہل تشیع میں سے ہے۔

امام بربہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من وقف عند عثمان وعلی فهو شيعي لا يعدل ولا يكلم ولا يجالس ومن قدم علی علی عثمان فهو رافضی قد

۱۔ اصول دین، ص: ۳۲۶

رفض اثر اصحاب رسول الله ومن قدم الثلاث على جماعتهم وترحم على الباقين وكف عن زللهم فهو على طريق الهدى فى هذا.

ترجمہ: جو عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں توقف کا قائل ہو وہ اہل تشیع میں سے ہے نہ اس کی عدالت کو بیان کیا جائے نہ اس کے ساتھ کلام کیا جائے اور نہ ہی اس کے ساتھ بیٹھا جائے۔ اور جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے پس وہ رافضی ہے۔ [۱]

کہ تحقیق اس نے اصحاب رسول کے راستے کو ترک کر دیا اور جو تینوں (حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) کی تمام صحابہ پر فضیلت کا قائل ہو اور باقیوں کے لئے رحمت کی دعا کرے اور ان کی اجتہادی خطاؤں سے کف لسان کرے پس وہ ہدایت کے راستے پر ہے۔ [۲]

جمہور ائمہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے۔ اسی پر اہلسنت کا اتفاق ہے بعض ائمہ سے اس کا برعکس منقول ہو اگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ حضرت سفیان کے حوالے سے یہ ملتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل تھے مگر کثیر ائمہ نے انکا رجوع نقل کیا۔

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إن جُمْهُور السّلف على تَقْدِيم عُثْمَان عَليّ وقدم أهل الكُوفَة من أهل السّنة عليا على عُثْمَان وبِه قالَ مِنهُم سُفْيان الثَّوْريّ أولا ثمَّ رَجَعَ إلى تَقْدِيم عُثْمَان. [۳]

ترجمہ: بے شک جمہور سلف صالحین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کرتے ہیں اور اہل کوفہ میں سے جو اہلسنت ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کرتے ہیں اور پہلے حضرت سفیان بھی اسی کے قائل تھے پھر انہوں نے حضرت عثمان کی تقدیم کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَذَهَبَ الجُمْهُورُ مِنَ السَّلَفِ إلى تَقْدِيمِ عُثْمانَ عَلَيْهِ، وذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الكُوفَةِ إلى تَقْدِيمِهِ عَلى عُثْمانَ، وسُئِلَ سُفْيانُ الثَّوْرِيُّ: ما قَوْلُكَ فِي التَّفْضِيلِ؟ فَقالَ: أَهْلُ السُّنَّةِ مِن أَهْلِ الكُوفَةِ، يَقُولُونَ: أَبُوبَكْرٍ، وعُمَرُ، وعُثْمانُ، وعَلِيٌّ، قِيلَ: فَما تَقُولُ أَنْتَ؟ قالَ: أَنا رَجُلٌ كُوفِيٌّ، وقَدْ ثَبُتَ عَنْ سُفْيانَ، أَنَّهُ قالَ: آخِرُ قَوْلِهِ أَبُوبَكْرٍ، وعُمَرُ، وعُثْمانُ، وعَلِيٌّ. [۴]

ترجمہ: جمہور سلف صالحین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم کی طرف ہی گئے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور اہل کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم کی طرف گئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا آپ کا فضیلت میں کیا قول ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اہل کوفہ میں سے اہلسنت وہ کہتے

۱۔ فیہ نظر۔

۲۔ شرح السنۃ، ص: ۱۲۴

۳۔ المقنع فی علوم الحدیث، ۴۹۸/۲

۴۔ شرح السنۃ للبغوی، ج: ۱۴، ص: ۱۷

ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھا گیا آپ کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں بھی کوفی آدمی ہوں اور یہ قول حضرت سفیان سے ثابت ہے اور ایک دوسرا قول بھی حضرت سفیان سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَفْضَلُهُمْ عَلى الإِطْلَاقِ أَبُوبَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ إِنَّ جُمْهُورَ السَّلَفِ عَلى تَقْدِيمِ عُثْمَانَ عَلى عَلِيٍّ، وقَدَّمَ أَهْلُ الكُوفَةِ مِن أَهْلِ السُّنَّةِ عَلِيًّا عَلى عُثْمَانَ، وبِهِ قالَ مِنهُمْ سُفْيانُ الثَّوْرِيُّ أَوَّلًا، ثُمَّ رَجَعَ إِلى تَقْدِيمِ عُثْمَانَ، رَوى ذٰلِكَ عَنْهُ وعَنْهُمُ الخَطّابِيُّ.[1]

جمہور کے ہاں افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر جمہور سلف صالحین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کرتے ہیں اہل کوفہ میں سے اہلسنت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا ہے اور پہلے یہی قول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تھا پھر اس سے رجوع کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کی طرف یہ ان سے روایت ہے اور ان سے روایت کیا ہے امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف نقل کیا مگر جمہور کے قول کو ترجیح دی۔

وإنما اختلفوا في تقديم عثمان عليه فذهب الجمهور من السلف إلى تقديم عثمان عليه وذهب أكثر أهل الكوفة إلى تقديمه على عثمان.[2]

وأما أفضل أصنافهم صنفا: فقد قال أبو منصور البغدادي التميمي: أصحابنا مجمعون على أن أفضلهم الخلفاء الأربعة ثم الستة الباقون إلى تمام العشرة ثم البدريون ثم أصحاب أحد ثم أهل بيعة الرضوان بالحديبية.[3]

فذهب الجمهور من السَّلَف إلى تقديم عثمان عليه، وذهب أكثر أهل الكوفة إلى تقديمه على عثمان، وسُئل سفيان: ما قولك في التفضيل؟ فقال: أهل السنة من أهل الكوفة يقولون: أبوبكر وعمر وعلي وعثمان، وأهل السنة من أهل البصرة يقولون: أبوبكر وعمر وعثمان وعلي، قيل: ما تقول أنت؟ قال أنا رجل كوفي، وقد ثبت عن سفيان: أنه قال آخر أقواله: أبو بكر وعمر وعثمان وعلي.[4]

ترجمہ: اور صرف عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کرنے میں اختلاف ہوا ہے، تو سلف کی اکثریت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا، اور اہلِ کوفہ کی

۱۔ مقدمہ ابن الصلاح، ص: ۲۹۸

۲۔ معالم السنن، ۴/۳۰۲

۳۔ الشذ الفیاح من علوم ابن صلاح، ج: ۲، ص: ۵۰۱

۴۔ المفاتیح فی شرح المصابیح، ۶/۲۹۳

اکثریت نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا۔ اور ان کی اصناف میں سے سب سے افضل صنف کے بارے میں ابو منصور البغدادی تمیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ سب سے افضل چاروں خلفاء ہیں، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر بدری صحابہ، پھر احد کے صحابہ، پھر حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کرنے والے۔ پس سلف کی اکثریت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا، اور اہلِ کوفہ کی اکثریت نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا۔

اور سفیان (ثوری) رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ کا قول فضیلت کے بارے میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اہلسنت میں سے اہلِ کوفہ کہتے ہیں ابوبکر، عمر، علی، عثمان رضی اللہ عنہم۔ اور اہلسنت میں سے اہلِ بصرہ کہتے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ (پوچھنے والے نے کہا) اور آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں کوفی ہوں۔ اور یہ ثابت ہے کہ سفیان رضی اللہ عنہ کا آخری قول یہ تھا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو توقف کیا تھا بعد میں اس سے آپ نے رجوع کر لیا تھا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات زیادہ درست ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

واخْتَلَفَ أئِمَّةُ أهْلِ السَّلَفِ «٢» فِي عُثْمانَ وعَلِيٍّ، فالجُمْهُورُ مِنهُمْ على تَقْدِيمِ عُثْمانَ. ورُوِيَ عَنْ مالِكٍ أنَّهُ تَوَقَّفَ فِي ذَلِكَ. ورُوِيَ عَنْهُ [أيْضًا «٣»] أنَّهُ رَجَعَ إلى ما عَلَيْهِ الجُمْهُورُ. وهُوَ الأصَحُّ إنْ شاءَالله.[1]

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقدیم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور اسی بات کو آپ نے اپنے متن فقہ اکبر میں نقل فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

افضل الناس بعد رسول الله ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی بن ابی طالب رضوان الله علیهم اجمعین.[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم کا قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا جاتا ہے، یہ اس سے رجوع پر دلیل ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام مالک، امام حماد، سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض، شریک بن عبداللہ، یحییٰ بن سلیم، مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہم اور ان میں بہت سارے دیگر اکابرین امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے کہ وہ یہی قول کیا کرتے تھے کہ:

۱۔ تفسیر القرطبی، ۱۴۸/۸

۲۔ فقہ الاکبر، ص: ۳۰

افضل اصحاب رسول اللہ ﷺ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی.[۱]

ترجمہ: اصحاب رسول ﷺ میں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

عبدالقادر کی عبارتوں میں تعارض:

مصنف کہتا ہے کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لے کر آئے لہٰذا ترتیب اولیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے پھر خود ہی ایسی عبارات نقل کیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اول ہونے پر دال ہیں، لہٰذا مصنف کے نزدیک کبھی افضلیت علی کو حاصل ہوتی ہے کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، مصنف نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے پر حضرت ابن عباس، حسان بن ثابت، اسماء بنت ابی بکر، ابراہیم نخعی، ابن ماجشون، محمد بن منکدر الحسنی رضی اللہ عنہم سے عبارات نقل کیں ہیں۔

مصنف کے مسلمہ کبریٰ کے مطابق:

خود مصنف کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلا مسلمان سمجھتے ہیں، مصنف کو شاید کچھ منطق کی سمجھ بوجھ ہوگی تو قضیہ کی ترتیب کچھ یوں ہوگی مصنف کے نزدیک، کبریٰ یہ ہے کہ "ہر وہ شخص جو پہلے اسلام لایا ترتیب میں بھی اول وہی ہوگا" صغریٰ خود مصنف کے دیے ہوئے حوالوں کے مطابق ان اجلہ صحابہ و تابعین کے نزدیک سب سے پہلے ابوبکر اسلام لائے۔ لہٰذا صغریٰ یوں ہوا کہ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے" نتیجہ یوں نکلا "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ترتیب میں اول"

مصنف! یہ شکل اول کون سی ہے؟ اس کی بداہت میں کوئی اشکال ہے؟ بلکل کوئی اشکال نہیں کیونکہ اس کا کبریٰ مسلمہ ہے جو تمہارے قاعدے کے مطابق ہے اور صغریٰ بھی مسلمہ ہے خود تم نے اس بات کو بیان کیا اجلہ صحابہ و تابعین اول مسلم ہونے کے قائل تھے، لہٰذا جب صغریٰ و کبریٰ دونوں مسلمہ ہوئے تو نتیجہ بھی مسلمہ ہوا۔ پھر مصنف نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے کے قائل تھے۔ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، جابر بن عبداللہ، ابو سعید خدری، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم۔

مصنف کے اس بیان کئے ہوئے قاعدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اول مسلم تھے اور مصنف کا اپنا اختراعی کبریٰ ترتیب میں بھی اول وہی ہوتا ہے جو اول مسلم ہوتا ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت میں اول ہوئے اختراعی کبریٰ سے پھر مصنف چند لائنوں کے بعد یہ کہتا ہے: "سب سے پہلے اسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لیکر آئیں۔"

ہم مصنف سے اتنا کہتے ہیں کہ تمہارے اختراعی کبریٰ سے ایک اور اختراعی کبریٰ بیان کیا جا سکتا ہے، کیونکہ کم از کم عورتوں میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہوں کیونکہ جب سب سے پہلے اسلام لانے والا افضل ہے تو خلافت تو عورتوں میں مفقود ہے۔ لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اول مسلمان ہونے سے ان کا سب سے افضل ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے۔ مصنف مطلقاً قبول فرمائیں یا عورتوں میں سے سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تسلیم کریں یہ مصنف کی ثوابدید پر اور حق و سچ مصنف کے قضایا کے مطابق مصنف پر ہے۔

پھر مصنف نے کہا کہ سب سے پہلے اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے اس کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ مصنف ہو سکتا ہے کہ یہ قضیہ بھی

۱۔ الاسماء والصفات، رقم الحدیث: ۵۲۴۔

ترتیب دیں گے آزاد و غیر آزاد کی کوئی قید نہیں تو مصنف کے نزدیک دوسرے خلیفہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بن جائیں گے۔

پھر مصنف کے اس قضیہ کو تسلیم کیا جائے تو ایک اور خرابی لازم آئے گی وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لائے، مصنف کے اختراعی قضیہ کے مطابق ترتیب یوں بنے گی سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

آپ احباب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ ان تفضیلیوں میں سے ناآشنہ شخص ظہور احمد فیضی اس نے بھی حقیقت تفضیل میں اسی بات کی کوشش کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، ان سب گمراہوں کی سوچ و فکر ایک ہے تخاطب کا انداز مختلف ہے۔

پھر مصنف نے جس کتاب کا سہارا لیا اسی کتاب میں منقول ہے جس کو مصنف نے بھی نقل کیا کہ بالغ جو سب سے پہلے اسلام لایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت اسلام لائے وہ آٹھ سال کے تھے، خود مصنف کے نزدیک بھی اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نابالغ تھے۔

تعجب خیز فریب:

مصنف خود ان عبارتوں کے بعد ان میں تطبیق کو بیان کرتا ہے جس کو ہمارے ائمہ نے بیان کیا اور اہلسنت کا بھی یہی مؤقف ہے لیکن مصنف کا عجیب فریب ہے کہ اس ترتیب کو بیان بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی تسلیم نہیں کرتے، میں موصوف (سکھروی) سے گذارش کروں گا کہ آپ کے روحانی والد صاحب نے اس تطبیق کا بھی انکار کر لیا ہے، مگر آپ تو اس تطبیق کا بھی انکار کر رہے ہیں۔

خود امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

والاولیٰ التوفیق بین الروایات کلها وتصدیقها فیقال اول من اسلم مطلقا خدیجه بنت خویلد واول ذکر اسلم علی بن ابی طالب وهو صبی لم یبلغ کما تقدمه ---الخ

حضرت مصنف نے اول اسلام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا علی وجہ التسلیم اس بات کو تسلیم کرنے پر راضی ہیں تو کیا مصنف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اجلہ صحابہ کی تسلیم کی ہوئی خلافت اولیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرتے ہیں؟ ہمیں بڑی خوشی ہوگی اگر آپ ان اجلہ صحابہ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

عبدالقادر صاحب کی کتاب اختراعات و اختلافات سے مشحون ہے مگر میرا موضوع اولیت اسلام کے حوالے سے گفتگو کرنا تھا لہٰذا میں نے مصنف کی ان ہی عبارات پر گفتگو کی۔

مصنف کی کتاب میں دجل، فریب، خیانت، کذب، تعانت سے کام لیا ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ فضل کلی و فضل جزئی یہ اصطلاحیں اختراعی ہیں یہ متاخرین ہند کی اختراعات ہیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کثیر صحابہ کے نزدیک مشہور تھی۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی ایک کو بھی قطعی طور پر افضل ماننے پر اتفاق نہ ہوا۔

۴۔ ہم لوگ بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نظریہ رکھتے ہیں۔ (مگر اہلسنت کے طریقے پر نہیں)

۵۔افضلیت کے دلائل ظنی ہیں۔

٦۔اخبار احاد ظنی الدلالہ ہیں۔

ویسے مصنف متقدمین کی رٹ لگاتے ہیں جب امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت راشدہ میں اولیت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا تو مصنف یہاں متقدمین والی بات بھول گیا اور اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا سہارا لیا حالانکہ مصنف کا اس میں بھی دھوکا ہے۔

یہ مصنف کی چند ابتدائی صفحات کی خیانات ہیں جو میں نے نقل کیں ہیں۔

مصنف نے ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کوڈ کرنے کی کوشش کی ہے، ہم ان شاء اللہ عند المتکلّمین کے بحث میں امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو کوڈ کریں گے جو مصنف کی گردن پر پاؤں رکھے ہوئے ہیں۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

شرح المقاصد میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تمسكت الشيعة بقوله تعالى: (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُم وأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ) (آل عمران: ٦١)، أراد عليا. وقوله تعالى: ﴿قُل لَّا أَسْئَلُكُم عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ (الشورى: ٢٣)، وعلي رضي الله عنه منهم. وقوله تعالى: (وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ) (التحريم: ٤)، وهو علي. وبقوله: من أراد أن ينظر إلى آدم في علمه، وإلى نوح في تقواه وإلى إبراهيم في حلمه، وإلى موسى في هيبته، وإلى عيسى في عبادته، فلينظر إلى علي بن أبي طالب. وقوله: أقضاكم علي. وقوله: اللهم ائتني بأحب خلقك إليك يأكل معى من هذا الطير، فجاء عليّ. وقوله: أنت مني بمنزلة ... إلى غير ذلك. وبأنه أعلم حتى استند رؤساء العلوم إليه، وأخبر بذلك في خبر الوسادة، وأشهد على ما يشهد به غزواته حتى قال النبي ﷺ: لضربة علي خير من عبادة الثقلين وأزهد حتى طلق الدنيا بكليتها، وأكثر عبادة وسخاوة وأشرف خلقا، وطلاقة، وأفصح لسانًا، وأسبق إسلامًا. والجواب أن الكلام في الأفضلية بمعنى الكرامة عند الله، وكثرة الثواب، وقد شهد في ذلك عامة المسلمين واعترف علي رضي الله عنه. به وعارض ما ذكرتم ما ذكرنا، مع أن فيه مواضع بحث لا تخفى، سيما حديث سبق الإسلام والسيف في إعلاء الأعلام.[1]

ترجمہ: اور صرف عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کرنے میں اختلاف ہوا ہے، تو سلف کی اکثریت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا، اور اہلِ کوفہ کی اکثریت نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا۔ اور ان کی اصناف میں سے سب سے افضل صنف کے بارے میں ابو منصور البغدادی تمیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ سب سے افضل چاروں خلفاء ہیں، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر بدری صحابہ، پھر احد کے صحابہ، پھر حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کرنے والے۔

ا۔ شرح المقاصد: ۵۲۲/۳۔

پس سلف کی اکثریت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا، اور اہلِ کوفہ کی اکثریت نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا۔

اور سفیان (ثوری) رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کا قول فضیلت کے بارے میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اہلسنت میں سے اہلِ کوفہ کہتے ہیں ابوبکر، عمر، علی، عثمان رضی اللہ عنہم۔ اور اہلسنت میں سے اہلِ بصرہ کہتے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ (پوچھنے والے نے کہا) اور آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں کوفی ہوں۔ اور یہ ثابت ہے کہ سفیان رضی اللہ عنہ کا آخری قول یہ تھا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔

بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال جزوی فضائل سے کرتے ہیں جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدّد اصحاب کے لئے مختلف مواقع پر بیان فرمایا جس کی حکمت مختلف ہیں۔ علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں بالخصوص ان لوگوں کا رد کیا جو جزوی فضیلت سے مولا علی پاک رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بیان کرتے ہیں، اس کا رد مختلف ائمہ نے متفرد طرق سے کیا۔

امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

حنفیوں کے امام، امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصول دین میں اس استدلال کو رد فرمایا:

قالت القدریة والمعتزلة والروافض ان علیا افضل هؤلاء الاربعة واحتجوا بها رويناه من الحديثين وانه عليه السلام جعله من نفسه بمنزل هارون من موسىٰ، لما كان افضل الناس بعد موسىٰ هارون عليه السلام فكذا على رضى الله عنه يجب ان يكون افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا ان عليا كان اعلمهم قال النبى صلى الله عليه وسلم: انا مدينة العلم وعلى بابها ولانه اشتهر فى الامة كونه عالما وظهرت آثار علمه من اصابة الجواب فى المسائل ودقائق العلم وكذا كان اشجع الاربع وقد ظهرت آثار شجاعته وعرف بها وكذا كان انسبهم فانه كان من بنى هاشم وهم لم يكونوا من بنى هاشم وبنو هاشم افضل الناس نسبا قال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ اختار الاربع من بين سائر الناس واختار قريشا من العرب واختار بنى هاشم من قريش واختارنى من بنى هاشم فانا افضل الناس ولانه كان اقرب الناس الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم.[1]

ترجمہ: قدریہ، معتزلہ اور روافض نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ چاروں میں سب سے افضل ہیں۔ اور انہوں نے ان دو حدیثوں سے استدلال کیا جو ہم نے روایت کی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی جان کی طرح قرار دیا، جیسے ہارون، موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تھا، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے افضل شخص ہارون علیہ السلام تھے، تو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل علی رضی اللہ عنہ ہونا چاہیے۔ اور انہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ان سب سے زیادہ علم والے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔" اور یہ مشہور ہے امت میں کہ وہ بڑے عالم تھے اور ان کے علم کی نشانیاں ظاہر ہوئیں، مسائل کے جواب دینے میں اور علم کی باریکیوں میں۔ اسی طرح وہ چاروں میں سب سے زیادہ بہادر تھے اور ان کی شجاعت کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ اس سے پہچانے گئے۔ اور اسی طرح وہ سب سے زیادہ شریف النسب تھے، کیونکہ وہ بنی ہاشم میں سے تھے اور بنی ہاشم سب سے زیادہ شرف والے تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ

۱۔ اصول الدین: ۲۰۰۔

تعالیٰ نے چار کو تمام انسانوں میں سے چنا، اور عرب میں سے قریش کو چنا، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا، اور مجھے بنی ہاشم میں سے چنا، تو میں سب سے افضل ہوں۔" اور اس لیے بھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے ان کے اہلِ بیت میں سے۔

امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ "تسدید القواعد" میں فرماتے ہیں:

امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے طوسی رافضی کا رد کیا جن لوگوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا استدلال ان کے اول مؤمن ہونے سے کیا، طوسی کی عبارت یہ ہے:

ومنها: أنه أقدمُهم إيمانًا، يدل على ذلك ما رُوي أن النبي ﷺ قال: "بُعِثْتُ يوم الإثنين وأسلم علي يوم الثلاثاء، ولا أقرب من هذه المدة. وقوله – عليه الصلاة والسلام – «أَوَّلُكم إسلاما علي بن أبي طالب». وما رُوي عن عليّ أنه كان يقول: «أنا أَوَّلُ من صلّى، وأول من آمن بالله ورسوله، ولا سبقني إلى الصلاة إلا نبي الله»، وكان قوله مشهورًا بين الصحابة، ولم يُنكر عليه منكرٌ، فدلّ على صدقه. وإذا ثبت أنه أَقْدَمُ إيمانا من الصحابة كان أَفْضَلَ منهم؛ لقوله تعالى "السّٰبِقُونَ السَّبِقُونَ * أُوْلَئكَ الْمُقَرَّبُونَ" وبتقدير أن لا يكون إيمانه سابقًا على إيمان جميع الصحابة، غير أن إيمانه كان سابقا على إيمان أبي بكر، يدل على ذلك قوله – كرم الله وجهه – على المنبرِ بمَشهَدٍ من الصحابة «أنا الصديق الأكبر، آمنتُ قبل أن آمن أبوبكر، وأسلمتُ قبل أن أَسْلَمَ»، ولم يُنكر عليه منكر، فيكون أفضل من أبي بكر.

ترجمہ: اور ان دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ (یعنی علی رضی اللہ عنہ) سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ اس پر دلالت کرتا ہے یہ روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں پیر کے دن مبعوث ہوا اور علی منگل کے دن ایمان لائے، اور اس مدت سے زیادہ قریب کوئی نہیں۔" اور آپ ﷺ کا یہ فرمان: "تم میں سب سے پہلے اسلام لانے والے علی بن ابی طالب ہیں۔" اور وہ روایت جو علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: "میں سب سے پہلا ہوں جس نے نماز پڑھی، اور سب سے پہلا جس نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اور نماز میں مجھ سے پہلے کوئی سبقت نہ لے گیا سوائے اللہ کے نبی کے۔" اور ان کا یہ قول صحابہ کے درمیان مشہور تھا اور کسی نے انکار نہیں کیا، تو اس سے ان کی سچائی ثابت ہوئی۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ صحابہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے، تو وہ ان سے افضل ہوئے، اس فرمانِ باری تعالیٰ کی بنا پر: "اور سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے والے ہی ہیں، وہی اللہ کے مقرب ہیں۔" (الواقعۃ:۱۰،۱۱)

اور اگر بالفرض ان کا ایمان تمام صحابہ سے مقدم نہ بھی ہو، تب بھی ان کا ایمان ابو بکر سے مقدم تھا۔ اس پر دلالت کرتا ہے ان کا یہ قول، جب وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور صحابہ کے سامنے فرمایا: "میں صدیقِ اکبر ہوں، میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پہلے ایمان لایا اور میں نے پہلے اسلام قبول کیا۔" اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ پس وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہوئے۔

علامہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا نسلّم أن إيمانه سابق على إيمان جميع الصحابة، فإنه رُوي أنه ﷺ ما عرضت الإيمان على أحد إلا وكان له كبوة غير أبي بكر، فإنه لم يَتَلَعْثَم». وذلك يدل على أن أبا بكر -رضي الله عنه - سبقه إلى الإيمان على من عداه؛ لأنه لو لم يكن كذلك لكان تأخره في الإيمان لا لعدم إجابته؛ بل لتقصير النبي صلى الله عليه وسلم في دعائه إلى الإيمان، وذلك يستحيل في حق النبي صلى الله عليه وسلم. ولئن سُلّم أن إيمانه سابق على إيمان أبي بكر رضي الله عنه إلا أن إسلام أبي بكر بعد البلوغ، وإسلام عليّ عليه السلام قبل البلوغ، بدليل ما نُقل عنه من الشعر، وهو قوله

"سَبَقْتُكم إلى الإسلام طرا غلاما" ما بَلَغْتُ أَوَانَ حُلُمي"

وإسلام العاقل البالغ أفضل من إسلام الصبي؛ لأن صحة إسلام العاقل البالغ متفق عليها، وصحة إسلام الصبي مختلف فيها. ولئن سُلّم أن من سبق إلى الإسلام أفضلُ؛ لكن من جهة سبق الإسلام لا مطلقا.[1]

ترجمہ: اور یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ اس کا ایمان تمام صحابہ کے ایمان سے پہلے تھا، کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جب ایمان (اسلام کی دعوت) کسی پر پیش کیا گیا تو سب کو کسی نہ کسی موقع پر لغزش ہوئی، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، جنہیں کسی طرح کا تردد لاحق نہیں ہوا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایمان لانے میں سب پر سبقت حاصل تھی، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کا ایمان میں تاخیر کرنا اس وجہ سے ہوتا کہ نبی ﷺ نے انہیں ایمان کی دعوت دینے میں تاخیر کی، اور یہ نبی ﷺ کے حق میں محال ہے۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کا ایمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان سے پہلے تھا، تب بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام بالغ ہونے کے بعد ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام بلوغت سے پہلے، جیسا کہ ان کے اپنے شعر سے ظاہر ہوتا ہے، جس میں کہا:

"میں نے تم سب کو اسلام کی طرف بلایا، حالانکہ میں ابھی سنِ بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔"

اور بالغ و عاقل شخص کا اسلام، بچے کے اسلام سے افضل ہے، کیونکہ بالغ و عاقل کے اسلام کے درست ہونے پر اتفاق ہے، جبکہ بچے کے اسلام کے صحیح ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ جو اسلام میں پہلے داخل ہو وہ افضل ہے، تو یہ فضیلت صرف اسلام میں سبقت کی جہت سے ہوگی، ہر اعتبار سے مطلق فضیلت نہیں۔

علامہ اصفہانی نے اس طرح کے اور باطل استدلالات کا قلع قمع فرمایا جسے تفصیل درکار ہو وہ کتاب کی طرف مراجعت فرمائے۔

۱۔ تسدید القواعد: ۲/۴۹۲۔

امام سغناقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام سغناقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه رضی الله عنه کان اول الرجال احرار اسلاما بلاخلاف بین الامة فان الناس فان اختلفوا فی ذلک ولکن الاکثرین علی هذا وقد قدم حسان بن ثابت رضی الله عنه اسلام ابی بکر فی شعره وانشده علی رؤس الاشهاد فیهم المهاجرون الاولون ولم ینکر علیه احد فقال:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة فاذکر اخاک ابا بکر لما فعل

خیر البریة اتقاها وعادلوها بعد النبی ﷺ واوفاها بما حمل

الصادق الثانی المحمود بسیرته فاول الناس منهم صدق رسول الله ﷺ

وعلیٰ قضیة هذا قال اهل العلم ان من صدق محمدا بالرسالة ینال ابوبکر مثل ثوابه لان النبی ﷺ قال من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیامة وابوبکر رضی الله عنه هو الذی سن سنة حسنة وهو التصدیق رسول الله فیکون له مثل اجر من آمن به الیٰ یوم القیامة.[1]

ترجمہ: بے شک وہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے، اس بات پر امت کا اجماع ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے، لیکن اکثریت کا قول اسی پر ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے شعر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو سب سے مقدم قرار دیا ہے، اور انہوں نے یہ اشعار مجمع عام میں، مہاجرینِ اولین کے سامنے پڑھے، اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا:

"جب بھی تم اپنے کسی بھائی کی سخاوت کو یاد کرو تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرنا، کہ انہوں نے کیا کیا۔

انہوں نے سب سے بہتر ہستی (نبی ﷺ) پر ایمان لایا، اور ان کے بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ وفادار رہے،

وہ سچے، دوسرے (نبی کے بعد)، اپنی سیرت میں محمود، اور وہ تھے جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سچے ہیں۔"

اور اس بنیاد پر اہلِ علم نے کہا ہے کہ جس نے محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق میں سبقت کی، اس کے لیے وہی اجر ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے کوئی نیک سنت قائم کی، تو اسے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نبی ﷺ کی تصدیق کی، اس لیے ان کے لیے اُن تمام لوگوں کے برابر اجر ہے جو قیامت تک نبی ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

۱۔ تسدید: ۲/۴۸۰

امام ابوالمعین نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

علامہ ابوالمعین نسفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آزاد مردوں میں سے آپ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔

انه كان اول الرجال الاحرار اسلاما بلا خلاف بين الامة فان الناس وان اختلفوا فی ذالک فقال بعدهم زيد بن حارثه وكان اول الناس اسلاما ومنهم من قال كانت خديجة بنت خويلد ومنهم من قال: بل كان على اول الناس اسلاما ومنهم من قال: كان ابوبكر الصديق اول الناس اسلاما وعليه الاكثر وقد قدم حسان بن ثابت اسلام ابى بكر فی شعره وانشده على رؤوس الاشهاد منهم المهاجرون الاولون ولم ينكر عليه احد فقال:

إذا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِن أَخِي ثِقَةٍ ... فاذْكُرْ أخاكَ أبا بَكْرٍ بِما فَعَلا

خَيْرُ البَرِيَّةِ أَتْقاها وأَعْدَلُها ... بعد النَّبِي واوقاها بِما حَمَلا

الصادق الثّانِي المَحْمُودُ سيرته ... وأَوَّلُ النّاسِ مِنهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلا

وعلى قضية هذا قال اهل العلم ان من صدق محمدا ﷺ بالرسالة ينال ابوبكر مثل ثوابه بان النبى عليه السلام قال من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة وابوبكر هو الذى سن السنة الحسنة وهو تصديق رسول الله ﷺ فيكون له مثل اجر من آمن به الى يوم القيامه وعن هذا قالوا: ان عمر مع جلال قدره وكثرت مناقبه ومحله الشريف فی الاسلام كان حسنة من حسنات ابى بكر صديق ثم من تورع منهم فقال اول من آمن بالنبى من النساء خديجة ومن الصبيان على ومن عبيد زيد بن حارثه ومن الرجال الاحرار ابوبكر الصديق رضى الله عنهم اجمعين ثم كيفما كان فهو المقتدى لغيره فی الاسلام اذ الناس لا يقتدرون (بالاناث والصبيان والعبيد انما يقتدرون) بمن تمت مناقبه واشتهر بوفور العقل وكمال العلم واصالة الراى، ولهذا لم يقتد احد بمن سوى ابى بكر رضى الله عنه فی ذالک بل اقتدوا به حتى آمن يوم اسلامه او غده: عثمان بن عفان، والزبير بن العوام، و طلحة بن عبدالله، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد بن ابى وقاص رضى الله عنهم.[1]

ترجمہ: بے شک وہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے، اور اس پر امت میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس بارے میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، بعض نے کہا کہ خدیجہ

۱۔ التبصرۃ الادلۃ، ج:۲، ص:۱۱۸۱

بنت خویلد رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں، اور بعض نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ لیکن اکثر اہلِ علم کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو مقدم قرار دیا، اور ان اشعار کو انہوں نے مجمع عام میں، مہاجرینِ اولین کے سامنے پڑھا، اور کسی نے انکار نہ کیا۔ انہوں نے کہا:

جب بھی تم اپنے کسی بھائی کی سخاوت کو یاد کرو،

تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرنا کہ انہوں نے کیا کیا۔

انہوں نے سب سے بہترین مخلوق (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا،

اور ان کے بعد سب سے زیادہ عادل اور وفادار رہے۔

وہ سچے، دوسرے (درجے کے بعد والے)، اپنی سیرت میں محمود تھے،

اور سب سے پہلے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

اور اس بنیاد پر اہلِ علم نے کہا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی، اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا اجر ملے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی نیک سنت جاری کی، تو اس کے لیے اس کا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر قیامت تک ہوگا۔"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، اس لیے ان کے لیے اُن تمام لوگوں کے برابر اجر ہے جو قیامت تک ایمان لائیں گے۔ اور اسی بنا پر کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود اپنی عظمت، کثرتِ فضائل اور اسلام میں بلند مقام کے، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی شمار ہوتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی انہی کے ذریعے اسلام لائے۔

چنانچہ اہلِ سیر نے کہا ہے کہ اسلام لانے میں ترتیب یہ تھی:

- خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
- بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ
- غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

پھر بہر حال، وہی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اسلام میں اقتدا کے لائق تھے، کیونکہ لوگ عام طور پر عورتوں، بچوں اور غلاموں کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ اس کی پیروی کرتے ہیں جس کے فضائل کامل ہوں، عقل و علم میں کمال حاصل ہو، اور طبیعت نرم و عاقلانہ ہو۔

اسی لیے کسی نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی اقتدا نہ کی، بلکہ انہوں نے ہی پیروی کی، یہاں تک کہ ان کے اسلام لانے کے دن یا اگلے ہی دن ان کے ذریعے یہ جلیل القدر صحابہ اسلام لائے:

عثمان بن عفان، الزبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

مرام الکلام میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تتمة: قد ذكرنا ما فيه كفاية للعاقل المنصف المهتدي، فإن نقل عن أحد من علماء السنة ما يخالف هذا فهو مردود على الناقل، فلا تلتفتن إلى أقاويل موسوسة حادثة بعد انعقاد الإجماع حكاها بعضهم منها قول ابن عبد البر: إن السلف اختلفوا في تفضيل أبي بكر وعلي ما، وإن سلمان وأبا ذر والمقداد والخباب وجابرًا وأبا سعيد الخدري وزيد بن أرقم فضَّلوا عليا على غيره، وقالوا: هو أول من أسلم وهذا مما تفرد به ابن عبد البر.[۱]

ترجمہ: ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ صاحبِ عقل، منصف اور راہِ ہدایت پر قائم شخص کے لیے کافی ہے۔ اگر اہلسنت کے کسی عالم سے اس کے خلاف کوئی بات منقول ہو تو وہ مردود ہے، اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ لہٰذا ایسے وسوسہ انگیز اقوال کی طرف مت جھکنا جو اجماعِ امت کے قائم ہونے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں، جنہیں بعض لوگوں نے نقل کیا ہے۔

ان میں سے ایک قول ابن عبدالبر کا ہے، جنہوں نے کہا کہ سلف (پہلے زمانے کے علما) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اختلاف کیا تھا، اور سلمان، ابوذر، مقداد، حباب، جابر، ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نے علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر فضیلت دی، اور کہا کہ وہ سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ لیکن یہ قول انفراداً ابن عبدالبر ہی سے منقول ہے، اور اس پر کسی دوسرے معتبر عالمِ سنت نے موافقت نہیں کی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح بدء الامالی میں فرماتے ہیں:

واختلف فی اول من آمن من الصحابة فقيل على، قوله سبقتكم الى الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلمى وهذا دليل لاصحابنا ان اسلام الصبى صحيح خلافا للشافعى وقد ثبت انه عليه السلام دعا عليا الى الاسلام وهو ابن سبع سنين

وقيل: ابوبكر وقيل خديجة، وقيل زيد وجمع بان اول من اسلم من الرجال ابوبكر ومن الصبيان على ومن النساء خديجة ومن الموالى زيد ثم قيل العبرة بايمان ابى بكر اذ لا مرتبة للصبى والمرءة والعتيق عند الناس.[۲]

ترجمہ: صحابہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے، اور ان کے اس قول سے استدلال کیا گیا: "میں نے تم سب سے پہلے اسلام قبول کیا، حالانکہ میں ابھی سنِ بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔"

۱۔ مرام الکلام، ص:۱۵۱

۲۔ شرح بدء الآمالی، ص:۱۰۷

یہ ہمارے علما (یعنی اہلسنت) کے نزدیک اس بات کی دلیل ہے کہ بچے کا اسلام درست ہے، برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جنہوں نے اس سے اختلاف کیا۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی جب وہ سات برس کے تھے، اور اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے۔

ان تمام اقوال کو جمع کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ کہا گیا:

مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ، خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو دوسروں پر فضیلت اس لیے دی گئی کہ بچوں، عورتوں اور غلاموں کے ایمان کو لوگوں کے نزدیک وہ درجہ حاصل نہیں جو آزاد، عاقل اور بالغ مرد کے ایمان کو حاصل ہوتا ہے۔

امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان اسلام عثمان وطلحه وزبير وسعد وابى عبيده بن الجراح ببركة دعوته فى اول الاسلام.[1]

سید جلال الدین مقصود عالم بخاری کے نزدیک:

سید جلال الدین شاہ صاحب نے ایک رسالہ مرتب کیا اس میں اہل سیر و تاریخ کا اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا۔ دونوں کے اقاویل لکھنے کے بعد فرمایا: بعض ائمہ نے فرمایا: احتیاط اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ عورتوں میں سے پہلے حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔[2]

ایک سید بزرگ فرما رہے ہیں کہ احتیاط اسی قول میں ہے جو ہمارے ائمہ جمہور نے فیصلہ فرمایا، لہٰذا اسی قول کو تسلیم کرنے میں عافیت ہے۔

شمس الدین سفارینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

وهو أول الناس إيمانا بالنبي صلى الله عليه وسلم على قول جمع من أهل العلم، وفي سنن الترمذي من حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: قال أبوبكر رضي الله عنه: ألست أول من أسلم؟ ألست صاحب كذا؟ الحديث. وقيل: بل أول من آمن علي بن أبي طالب رضي الله عنه ونقل الحاكم اتفاق المؤرخين عليه، واستنكر هذا منه، وقيل: زيد بن حارثة، وقيل: خديجة، وادعى الثعلبي الاجماع فيه، وأن الخلاف إنما هو في من بعدها، وصوبه كثير واستظهره البرماوي وغيره،

۱۔ الاعتماد: ۳۷۸

۲۔ القول الصواب فی تعریف الاصحاب: ص ۳۴، مترجم

وقيل: أولهم بلال بن حمامة، وقيل: خباب بن الأرت حكاهما المسعودي، وقيل: خالد بن سعيد بن العاصي، ونقل الماوردي في أعلام النبوة عن ابن قتيبة أن أول من آمن به أبوبكر بن أسعد الحميري، ونقل ابن سبع في الخصائص عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أنه قال: كنت أولهم إسلاما ويروى عن أبي حنيفة الإمام رضي الله عنه أنه قال: الأورع أن يقال: أول من أسلم من الرجال الأحرار أبوبكر، ومن الصبيان علي، ومن النساء خديجة، ومن الموالي زيد، ومن العبيد بلال وهذا من أحسن ما قيل لجمعه الأقوال وأسلم على يد الصديق عثمان بن عفان، والزبير، وطلحة، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد بن أبي وقاص.[1]

ترجمہ: صحابہ میں سے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے ابوبکر صدیق ہیں، تمام اہل علم کا اسی پر اتفاق ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث پاک نقل کی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم میں سے سب سے پہلے ایمان نہیں لایا؟ کیا تم میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا رفیق بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا؟ بعض نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مورخین کا اتفاق نقل کیا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا رد کیا گیا۔ بعض نے کہا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ بعض کے نزدیک سب سے پہلے اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لیکر آئی۔ امام ثعلبی نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر اجماع کا دعوی کیا۔ (یعنی اول حقیقی) اختلاف ان میں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ایمان لیکر آئیں اور کثیر علماء نے اس بات کو درست قرار دیا برماوی اور اس کے علاوہ لوگوں نے اسی کو درست ظاہر کیا۔ بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایمان لیکر آئے بعض نے کہا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایمان لیکر آئے مسعودی نے ان دونوں کے ایمان کا ذکر کیا۔ بعض کے نزدیک خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ایمان لیکر آئے ماوردی نے اعلام النبوۃ میں ابن قتیبہ سے نقل کیا کہ سب سے پہلے ایمان ابوبکر بن اسعد رضی اللہ عنہ لائے۔ ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ سب سے پہلے میں اسلام لیکر آیا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے بہتر یہ ہے کہ یہ قول کیا جائے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لیکر آئے۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور موالی میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے بلال رضی اللہ عنہ ایمان لائیں اور تمام اقوال کے درمیان یہ ایک خوبصورت تطبیق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بدولت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایمان لیکر آئے۔

امام ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما قوله: انه كان اول من اسلم، فقلنا: فى بعض الرويات ان اول من اسلم كان عليا، وفى بعض الروايات

1۔ لوامع الانوار البہیۃ، ۳/۴۲۶

كان زيد بن حارثه وفى بعض الروايات كانت خديجة، وفى بعض الروايات كان ابابكر رضى الله عنه، فاذا اختلف الروايات لم تصح، فنقول ان اول من اسلمت من النساء كانت خديجة، واول من اسلم من الصبيان كان عليا، واول من اسلم من العبيد كان زيد بن حارثه واول من اسلم من الاحرار البالغين كان ابابكر رضى الله عنهم.(۱)

ترجمہ: کون سب سے پہلے اسلام لیکر آیا؟ ہم کہتے ہیں کہ بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض روایات میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بعض روایات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ جب روایات میں اختلاف ہوا تو ہر کسی پر اولیت کا اطلاق درست نہیں ہم ان میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، موالی میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما الذى ذكروه من اجتماع خصالِ الفضل فى على رضى الله عنه فهى معارضة بما ذكره اصحابنا ان ابابكر انتقل الى الاسلام بالدليل، وان عليا كان فى ذالك الوقت صبيا، ولو انه كان بالغا! ولكن لا شك ان ابابكر كان شيخا، وانتقال الشيخ عن دينه اشق عليه من انتقال من يقرب سنه من الصبى، لانه اقام ثلاث عشرة سنة يقاسى الشدائد، فان المشركين كانوا يضربونه تارة، ويشتمونه اخرى، واشترى جمعا من المعذبين فى الله، وشهد المشاهد كلها، وانفق عليه الاموال العظيمة.(۲)

ترجمہ: اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جو بعض لوگوں نے ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں فضیلت کی تمام خوبیاں جمع تھیں، تو یہ بات ہمارے اصحاب کے بیان سے معارض (برخلاف) ہے۔

کیونکہ ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ تھے جنہوں نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کی، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بچپن میں تھے۔ اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ اس وقت بالغ تھے، تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک شیخ (یعنی عمر رسیدہ اور سمجھدار مرد) تھے، اور ایک شیخ کا اپنے پرانے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو قبول کرنا اس کے لیے بہت زیادہ دشوار ہوتا ہے، بالمقابل ایک بچے یا نوجوان کے جو ابھی دینی و فکری پختگی کی عمر کو نہیں پہنچا۔ مزید برآں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیرہ سال تک سختیوں کا سامنا کیا، جبکہ مشرکین کبھی انہیں مارا پیٹا کرتے، کبھی گالیاں دیتے، پھر بھی وہ اللہ کی خاطر اپنا مال خرچ کرتے اور ہر آزمائش میں ثابت قدم رہے۔ انہوں نے تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، اور دینِ اسلام کے لیے بہت بڑا مال و جان کا

۱۔ التمہید فی بیان التوحید: ص: ۳۱۵

۲۔ نھایۃ العقول فی درایۃ الاصول، ج: ۴، ص: ۵۳۷

سرمایہ قربان کیا۔

امام ابراہیم لقانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

واما السابق للاسلام فقيل على رضى الله عنه وقيل زيد بن حارثه رضى الله عنه وقيل خديجة رضى الله عنها وقيل ابوبكر رضى الله عنه وعليه الاكثرون على صرح به حسان بن ثابت فى شعره وانشده على رؤوس الاشهاد ولم ينكر عليه احد وبه اقتدى جمع من العظماء كعثمان، والزبير، وطلحة، وعبدالرحمن بن عوف، وسعد بن ابى وقاص، وابى عبيدة بن الجراح وغيرهم رضى الله عنهم اجمعين.(۱)

ترجمہ: اور جہاں تک اسلام میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کا تعلق ہے، تو بعض نے کہا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، ان کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ لیکن اکثر علما کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اس بات کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں صراحت کے ساتھ بیان کیا، اور انہوں نے وہ اشعار مجمع عام میں، لوگوں کے سامنے پڑھے، اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ اسی پر بعد میں بہت سے جلیل القدر صحابہ نے بھی اتفاق کیا، جیسے حضرت عثمان، الزبیر، طلحہ، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن الجراح اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

امام سیف الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

واما التفضيل: فهو ان الشروط المعتبرة فى الامامة كلها متحققة فى حقه، فانه كان ذكرا، حرا، قرشيا، مشهور النسب، بالغا، عاقلا من غير خلاف، وكان مسلما، عدلا، ثقة، لانه كان متظاهرا بالاسلام، والتزام احكامه، والاقرار بالشهادتين، محافظا على امور دينه، ورشيدا فى دينه، ودنياه ولم يعلم منه صدور كبيرة، ولا مداومة على صغيرة، ولا معنى للمسلم العدل الا هذا.(۲)

الوجه الأول: ما روى «أن النبي ﷺ بعث يوم الاثنين، وأسلم على يوم الثلاثاء» ولا أقرب من هذه المدة. الوجه الثاني: قوله عليه السلام «أولكم إسلاما عليّ بن أبى طالب» الوجه الثالث: ما روى عن على عليه السلام أنه كان يقول: «أنا أول من صلّى، وأول من آمن بالله ورسوله، ولا سبقنى إلى الصلاة إلا نبيّ الله». وقد نقل عنه أنه قال فى ذلك: سبقتكم إلى الإسلام طرا ... غلاما ما بلغت أوان حلمى وكان قوله مشهورا فيما بين الصحابة، ولم ينكر عليه منكر، فدل على صدقه، وإذا ثبت أنه أقدم إيمانا من الصّحابة، كان أفضل منهم لقوله تعالى: وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ. وبتقدير

۱۔ عمدۃ المرید لجوہرۃ التوحید: ج:۳، ص:۱۲۵۶

۲۔ ابکار الافکار فی اصول الدین: ج:۵، ص:۲۴۱

أن لا يكون إيمانه سابقا على إيمان جميع الصحابة، غير أن إيمانه كان سابقا على إيمان أبى بكر بدليل قول عليّ رضي اللّٰہ عنه وهو على المنبر بمشهد من الخلق «أنا الصّدّيق الأكبر آمنت قبل أن آمن أبوبكر، وأسلمت قبل أن يسلم ولم ينكر عليه منكر. وإذا كان أقدم إيمانا من أبى بكر كان أفضل منه للآية، ويلزم من كونه أفضل من أبى بكر أن يكون أفضل من باقى الصحابة.[1]

ترجمہ: امام سیف الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاں تک تفضیل (فضیلت میں برتری) کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک امامت کے لیے جو تمام شرائط معتبر ہیں وہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی تھیں۔ وہ مرد تھے، آزاد تھے، معروف نسب والے تھے، بالغ تھے، اور ان کے مسلمان ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ وہ اسلام پر ظاہر و قائم تھے، شہادتین کا اقرار کرنے والے، دین کے امور کے پابند، اور دین و دنیا کے معاملات میں رشید (سمجھدار) تھے۔ ان سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہونے کا علم نہیں، نہ کسی صغیرہ گناہ پر مداومت (تکرار) ثابت ہے۔ اور مسلمانِ عادل کے معنی یہی ہیں کہ اس سے ایسے افعال صادر نہ ہوں جو عدالت کے منافی ہوں۔

پہلی دلیل:

روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن نبوت عطا ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور اس مختصر مدت میں ان کے ایمان لانے سے ان کی سبقت ظاہر ہوتی ہے۔

دوسری دلیل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: "تم میں سب سے پہلے اسلام لانے والا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔"

تیسری دلیل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے نماز پڑھی، اور سب سے پہلا شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اور مجھ سے پہلے صرف اللہ نے نماز ادا کی (یعنی میں مخلوق میں سب سے پہلا نمازی ہوں)۔

اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہتے تھے: میں تم سب سے پہلے اسلام لایا، حالانکہ ابھی میں سنِ بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔ اور یہ قول صحابہ کے درمیان مشہور تھا، اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی، تو یہ اس کے صدق (درستی) پر دلالت کرتا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ وہ صحابہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، تو وہ ان سب سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ، أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ

(جو سبقت کرنے والے ہیں، وہی مقرب ہیں۔)

۱۔ ابکار الافکار فی اصول الدین: ج:۵، ص:۱۴۶

اور اگر یہ بھی تسلیم نہ کیا جائے کہ ان کا ایمان تمام صحابہ سے پہلے تھا، تو کم از کم یہ بات ثابت ہے کہ ان کا ایمان ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پہلے تھا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے جو انہوں نے مجمع عام میں فرمایا: میں صدیقِ اکبر ہوں؛ میں اس وقت ایمان لایا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لایا تھا، اور میں اس وقت مسلمان ہوا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اور چونکہ کسی نے اس قول کا انکار نہیں کیا، لہٰذا اگر وہ ایمان لانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پہلے تھے تو وہ ان سے افضل ہوئے، جیسا کہ مذکورہ آیت سے ظاہر ہے۔ اور جب وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہوئے، تو لازم ہوا کہ وہ تمام صحابہ سے افضل ہوں۔

فصل خامس

عندالمحدثین:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔ (۱)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لیکر آئے۔ (۲)

امام ابوبکر خلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔ (۳)

علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لیکر آئے۔ (۴)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ (۵)

امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ (۶)

امام آجری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔ (۷)

امام ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

۱۔ تاریخ اسلام: ج:۱، ص:۵۳۹

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج:۷، ص:۳۳۶

۳۔ السنۃ: ج:۲، ص:۳۷۷

۴۔ مختصر تاریخ دمشق: ج:۱۳، ص:۴۳

۵۔ فضائل الصحابہ: ج:۳، ص:۲۲۷

۶۔ المستخرج من کتب الناس للتذکرۃ والمستطرف من احوال الرجال للمعرفۃ: ج:۱، ص:۲۰۰

۷۔ الشریعۃ للآجری: ج:۴، ص:۱۷۹۶

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔[۱]

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔[۲]

امام صالح شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔[۳]

امام ابوالہلال عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

آپ کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لیکر آئے۔[۴]

وہ ائمہ جنہوں نے تطبیق دی:

متعدّد ائمہ محدثین وسیر نے مختلف اقوال اولیت اسلام کے نقل فرمائے، مگر ان میں تطبیق دی کہ سب سے پہلے آزاد مردوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لیکر آئے اور بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام لائیں۔

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والأوْرَعُ أنْ يُقالَ: أوَّلُ مَن أسْلَمَ مِنَ الرِّجالِ الأحْرارِ أبُوبَكْرٍ، ومِنَ الصِّبْيانِ أوِ الأحْداثِ عَلِيٌّ، ومِنَ النِّساءِ خَدِيجَةُ ومِنَ المَوالِي زَيْدُ بْنُ حارِثَةَ، ومِنَ العَبِيدِ بِلالٌ، واللّٰهُ أعْلَمُ[5]

ترجمہ: اور زیادہ تقویٰ کے قریب یہ ہے کہ کہا جائے کہ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لائے، بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آزاد غلاموں میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

- حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو "الباعث الحثیث" میں نقل فرمایا۔(ص۱۷۹)
- اور "البدایہ والنہایہ" میں بھی نقل کیا۔(ج۴،ص۶۷)
- امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح مواہب اللدنیہ" میں نقل فرمایا۔(ص۴۵۴)
- حافظ جعبری رحمۃ اللہ علیہ نے "رسوم التحدیث" میں نقل فرمایا۔(ص۱۴۶)

۱۔ الاوائل لابن ابی عاصم: ج:۱، ص:۸۰

۲۔ الاوائل للطبرانی: ج:۱، ص:۸۱

۳۔ سبل الھدی والرشاد: ج:۲، ص:۳۰۳

۴۔ کتاب الاوائل: ج:۱، ص:۱۳۷

5۔ مقدمہ ابن الصلاح: ص:۳۰۰

- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تدریب الراوی" میں نقل فرمایا۔(ص:۶۹۱)
- امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح المام باحادیث الاحکام" میں نقل فرمایا۔(ج:۳،ص:۵۱۷)
- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں نقل فرمایا۔(ج:۱،ص:۸۴)
- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص الذھبی" اور "المقنع فی علوم الحدیث" میں نقل فرمایا۔(ج۳، ص۱۳۳۰،ص۵۰۱)
- برھان الدین ابناسی رحمۃ اللہ علیہ نے "الشذ الفیاح" میں نقل فرمایا۔(ص:۵۰۲)
- امام زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح التبصرہ والتذکرہ" اور "التقیید و لایضاع" میں نقل فرمایا۔(ص:۱۴۵-ص:۳۰۷)
- ابن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الایماء الی اطراف احادیث کتاب الموطا" میں نقل فرمایا۔(ج:۲،ص:۳۲۷)
- امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح المغیث" میں نقل فرمایا۔(ج۴،ص:۱۲۶)
- امام ابن علان رحمۃ اللہ علیہ نے "فتوحات ربانیہ" میں نقل فرمایا۔(ج:۱،ص:۳۷۲)
- امام ابن علان رحمۃ اللہ علیہ نے "دلیل الفالحین" میں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا بلکہ کہا: وھو (ابوبکر الصدیق) اول من اسلم من الرجال الاحرار البالغین بلا خلاف۔ (ج:۲،ص:۲۷۲)
- امام ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المنھل الروی" میں نقل فرمایا۔(ص:۱۱۲)
- امام ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ نے "تحریر الاحکام" میں بھی اسی طرف اشارہ فرمایا۔(ص:۱۹۱)
- امام سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے "محاسن الاصطلاح" میں نقل فرمایا۔(ص:۴۹۸)
- شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباقی" میں نقل فرمایا۔(ج:۲،ص:۲۰۲)
- امام نور الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیرت حلبیہ" میں نقل فرمایا۔(ج:۱،ص:۳۹۲)
- حافظ تقی فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے "العقد الثمین" میں نقل فرمایا۔(ج:۵،ص:۲۷۰)
- امام صالح شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "سبل الھدی" میں اسی طرف اشارہ فرمایا۔(ج:۲،ص:۳۰۶)
- امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "تھذیب الاسماء" اور "ارشاد الطلاب الحقائق" میں نقل فرمایا۔(ج:۱،ص:۳۴۴-ج:۲،ص:۶۰۲)
- امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں نقل فرمایا۔(ج:۴،ص:۲۵۷)

- حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "ارشاد الساری" میں نقل فرمایا۔ (ج۶، ص۱۸۸)
- مطہر بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "البدا والتعریف" میں نقل فرمایا۔ (ج۵، ص۷۱)
- ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المستخرج من کتب الناس" میں نقل فرمایا۔ (ج۱، ص۲۰۰)
- حافظ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاشارہ" میں نقل فرمایا۔ (ص۱۰۸)
- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلقیح فھوم اھل الاثر" میں نقل فرمایا۔ (ص۳۴۰)
- امام سراج الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الغرۃ المنیفہ لتحقیق مسائل ابی حنیفہ" میں نقل فرمایا اور نفیس بحث ذکر کی، قارئین اسی کی طرف رجوع فرمائے۔ (ج۱، ص۱۲۵)
- مخلوف رحمۃ اللہ علیہ نے "شجرۃ النور الزکیہ" میں ذکر کیا۔ (ج۲، ص۸۳)
- امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکواکب الداری" میں نقل فرمایا۔ (ج۲، ص۱۰۹)

اس کے علاوہ بھی متعدّد محدثین کا یہی موقف ہے بعض نے صراحتًا اور بعض نے اشارۃً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام کا قول کیا۔

علامہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ازالۃ الخلفاء" میں فرماتے ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قبل از اسلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طریق محبت وفدائیت اختیار کیے ہوئے تھے۔

اتفاق العلماء علی اولیت اسلام ابی بکر

"بحوالہ ابو نعیم کہ ابو بکر صدیق بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی اور علماء سیرت اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ابو بکر رضی اللہ عنہ لے آئے یا علی رضی اللہ عنہ یا خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ہر جانب سے دلائل قائم کیے گئے۔"

اور سب کا اتفاق اس پر ہو گیا کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت نہیں کی اور ان سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار قریش پر نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اہم نکتہ:

"اولیت اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام پر ابھارنے والے ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والے ہوئے بحکم الدال علی خیر کفاعلہ کی مانند ہے اور ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے ہیں، اسکے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور یہ بات بجزء ایسے شخص کے جو آزاد ہو، غالب ہو، لوگوں میں مشہور ہو، ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتی۔" تو اولیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب خاصہ میں

سے ہے۔ اگرچہ اولیت حقیقیہ میں خلل واقع ہو گیا ہو۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا استدلال:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت کو سوابق اسلامیہ سے ثابت کرنا۔ ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا؟ کیا میں نے فلاں کام نہیں کیا؟ [2]

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان قائم کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کو اور خلافت کے استحقاق کو اولیت اسلام سے بیان فرمایا، معلوم ہوا جو لوگ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام میں تشکیک پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ معدی ہیں اس طرف کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تشکیک پیدا کی جائے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا آیت سے استدلال:

کہ یہ آیت: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِن بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور اسلام کے لئے لوگوں سے قتال کیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جس نے سب سے پہلے تلوار سے اپنے اسلام کو ظاہر کیا (یعنی طاقت سے) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے۔ [3]

جن احادیث کو ہم نے پیش کیا، کثیر ائمہ نے ان احادیث سے اولیت اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا ہے۔ انہی میں سے ایک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیت اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا، آپ اپنی کتاب "قرۃ العینین" میں بیان فرماتے ہیں۔

نوع چہارم اولیت اسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از حدیث ابی درو ارد:

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذب وقال ابوبکر صدیق وواسانی بنفسه وماله فهل انتم تارکو لی صاحبی اخرجه البخاری --- الخ صفحہ ۱۱۔

۱۔ ازالۃ الخفاء (مترجم): ۳۰/۳

۲۔ ازالۃ الخفاء: ۲۲۲/۱

۳۔ ازالۃ الخفاء، جلد: ۶۱۵/۲

الباب الثانی فی التعقبات

یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول مؤمن ہیں، اول صحابی ہیں، اول مسلم ہیں، کچھ ایسی روایات بھی منقول تھیں جو دیگر اشخاص سے متعلقہ اول مسلم ہونے پر دلالت کررہی تھیں۔ بظاہر دونوں کے اندر تعارض تھا ہمارے ائمہ نے اس کو رفع فرمایا۔ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی ہیں مگر مصنف نے ان ائمہ کی تطبیق اور توجیہ سے اعراض فرماکر یا تو کم فہمی کا اظہار کیا یا کم از کم مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کا باعث بنا۔ مصنف نے اسلام میں افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ تسلیم کی مگر اولیت اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انکار کرکے تشکیک ضرور پیدا کی۔ روافض اپنی کتابوں میں اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وافضلیت کو ثابت کرتے آئے۔

پھر یہ مسئلہ چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی اسلام میں یا اس دور میں اس کی کیا اہمیت تھی؟ خوامخواہ شکوک وشبہات پیدا کرنے اور تشکیک پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ جس طرح افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اسی طرح اولیت بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اول صحابی یا ابوبکر اول مسلم یا ابوبکر اول مؤمن تمام قضایا شخصیہ مترادفہ ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مسلم:

یہ قضیہ مسلمہ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی نزاع نہیں ایمان کا اعتبار معتبر عندالشرع جہاں کسی قسم کا نزاع کا وجود متحقق نہ ہو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہی ثابت ہے۔ ابوبکر اول مسلم یہ قضیہ شخصیہ حملیہ ہے اور حملیہ کا تصور تصورات ثلاثہ پر موقوف ہے موضوع محمول اور نسبت۔ موضوع کا تصور تصور یقینیات میں سے ہے جبکہ اول مسلم ہونا اور اس کی نسبت میں ہماری نزاع ہے۔

حالانکہ منصف کو اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں مگر معاند ضرور انکار کرتا ہے اول مسلم عرضی کا ثبوت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے یا اول مسلم حمل مواطات کا ثبوت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہمارے نزدیک تو یہ من قبیل المسلمات میں سے ہے اور بدیہیات میں سے ہے مگر کچھ افراد کے نظری ہونے کے اعتبار سے ہم اس کا ازالہ کیے دیتے ہیں۔

قیاس کی اشکال اربعہ میں سے شکل اول بدیہی الانتاج ہے:

صغریٰ: ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مظہر الاسلام۔

کبریٰ: ہر شخص جو اول مظہر اسلام ہو وہ مؤمن اول ہوتا ہے۔

نتیجہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مؤمن ہیں۔

نتیجہ کے یقینی غیر یقینی کے لئے اختلاف صغریٰ کبریٰ پر موقوف ہے۔ جبکہ صغریٰ بھی مسلمہ ہے اور کبریٰ بھی مسلمہ ہے کیونکہ نتیجہ کا ثبوت حد اوسط کے ذریعہ ہوتا ہے حد اوسط واسطہ فی الاثبات کا کسی کے نزدیک بھی نزاع ہی نہیں ہے۔ تمام کا اتفاق اس کے نتیجہ کو یقینی بنا دیتا ہے، لہٰذا ابوبکر کے اول مؤمن ہونے سے اختلاف یا تو متعصب کرے گا یا معاند ہی کرے گا یا کسی غلط فہمی کا شکار۔

اس کو دوسرے قیاس کے ذریعے بھی ہم سمجھ سکتے ہیں:

قیاس هو قول مرکب من قضایا یلزم بها قول آخر بعد تسلیم تلک القضایا ان کان ابوبکر اول مظهر الاسلام فهو اول مؤمن

نتیجہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مؤمن۔

یہ نتیجہ قیاس استثنائی کے ذریعے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے:

ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مظہر الاسلام توابوبکر اول مؤمن ہیں لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مظہر اسلام ہیں۔ نتیجہ حاصل ہوا ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مسلم ہیں۔

اس کو قضیہ شرطیہ منفصلہ کے ذریعے بھی سمجھا جاسکتا ہے:

ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مظہر اسلام ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ اول مظہر اسلام ہیں؟ یہ واضح بین الثبوت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مظہر اسلام ہیں تو اس کا نتیجہ لازماً ابوبکر رضی اللہ عنہ اول مؤمن ہوگا۔ اللہ ہمیں حق فہمی کی توفیق عطافرمائے اور قضایا کو صحیح ترتیب سے مرتب کرکے صحیح نتیجہ حاصل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

قال (چمن زمان):

مصنف نے صفحہ اول میں ذکر کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے اول اسلام لے کر آئیں۔

اقول:

عجیب متعارضہ ہے کہ مصنف کا مقصود اولیت اسلام واول مؤمن ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اور کہہ رہے ہیں کہ اول اسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لے کر آئیں۔ شاید مصنف اپنی نالائقی کا اظہار مرد و عورت کی تخصیص سے کرے مگر یہ بے محل اور بے فائدہ ہے۔

چیلنج:

مولوی صاحب اولیت حقیقیہ حضرت علی پاک شیر خدا کے لئے ثابت کردو، منہ مانگا انعام دوں گا۔ شاید کہ آپ کا علم کمزور پڑے اپنی ذریت اور اپنے آباء کو بھی اکٹھا کرلو تادم سانس یہ چیلنج ہے ان شاء اللہ اولیت حقیقیہ کی ایک دلیل کمزور سی لے آؤ ہم ماننے کے لئے تیار ہیں ان شاء اللہ قیامت تو آسکتی ہے فیضان حق چاریار کی نسبت سے اس کا جواب نہیں ہے تیرے پاس۔

ہمارے ائمہ پر سلامتی ہو جنہوں نے بچوں میں سے علی پاک، عورتوں میں سے خدیجہ پاک، غلاموں میں سے بلال اور آزاد مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اسلام کا قول کیا کیونکہ لفظ اولیت کا اطلاق منقول ان سب کے لئے تھا، ائمہ نے ایسی تطبیق دی کہ تمام اشکالات رفع ہوگئے۔ مصنف نے خوامخواہ اپنا وقت صرف کیا اور ان دلائل سے اعراض کیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت کو ثابت کررہے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مصنف پر یہ بات پوشیدہ ہوگی مگر جب دل پر پردے آجائیں تو بہت سارے حقائق انسان پر منکشف نہیں ہوتے۔ ہم کون ہوتے ہیں اولیت اسلام کے منکر ہوں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں یا خدیجہ پاک۔ ہم نے تو ایسا مسئلہ کوئی نہیں چھیڑا جس سے صحابہ کرام کے حوالے سے کوئی شک وشبہ پیدا ہو نہ ہی مولا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نہ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ عزوجل مصنف کو ہدایت عطافرمائے۔

قال:

اگر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے تو کسی بھی عقلمند شخص کو یہ فیصلہ کرنے کی دشواری نہ ہوگی۔

اقول:

افسوس صد افسوس: مصنف ائمہ کو معاذ اللہ عقلمند نہیں سمجھتا جن لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام کا قول کیا ان میں اجلہ صحابہ و تابعین ہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں اور مصنف کہہ رہا ہے کہ کسی عقلمند کو فیصلہ کرنے میں دشواری نہیں ہوگی۔ یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ مصنف کا مقصود صحابہ وغیرہ پر جرح کرنا نہیں مگر عبارت میں شناعت ہے۔

قال:

مولائے کائنات مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت ہونا کتب تاریخ و سیرت سے ثابت ہے۔

اقول:

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کہنا یہ مناسب نہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

مولوی صاحب اس بات سے ہم کو انکار نہیں کہ مولا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت رہے، مگر سوال یہ ہے کہ وہ اسلام کب لائے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں صحیح قول کے مطابق وہ ابھی بچے تھے ابھی مکلف بھی نہ تھے۔ اور اظہار بھی نہیں فرمایا متعدّد وجوہات کا ذکر ہم فصل اول میں کر چکے ہیں مگر ان کے باوجود بھی ہمارے ائمہ نے اول اسلام ہونے کا اطلاق بچہ پر کیا جس سے ہمیں کوئی انکار نہیں۔

قال:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افراد خانہ میں سے نہ تھے۔

اقول:

مولانا تف ہے! تمہیں کس نے کہا افراد خانہ میں سے نہ تھے۔ یہ خالصتاً روافض کا طرز ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص اجلہ صحابہ کو نکال کر اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنا۔

تنبیہ:

مولوی صاحب کوئی مخصوص معنی لیکر اگر یہ کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ افراد خانہ سے نہ تھے تو کیسا لگے گا؟ ہرگز ایسے الفاظ کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے جو ایہامی ہو اور بالخصوص ایسے مواقع پر جہاں کوئی قرینہ وسیاق وسباق نہ ہو۔

ہم قارئین کے لئے یہاں آل سے مراد جو شے چھوڑے جاتے ہیں۔ آئیں اس سوال کا جواب پیر مہر علی سے لیتے ہیں:

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آل سے مراد:

سائل نے پیر مہر علی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آل محمد سے کون مراد ہیں؟

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اللهم صلّ على محمّد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم. قال رسول الله ﷺ لكل نبي آل وعدة وآلي وعدتي مؤمن) ہرایک نبی کے لیے اتباع وجماعت ہیں اور میرے تابعین اور جماعت وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو صدق دل سے سچا نبی مانا ہے۔

اس حدیث سے جس کو حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کی دوسری جلد میں بجواب سوال حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ آل محمد سے مراد سب مومن ہیں، اقارب وازواج واولاد وغیرہم اور لغت والوں جیسا کہ قاموس وغیرہ نے بھی معنی اقارب واتباع لیا ہے۔ہاں اس میں شک نہیں ہے کہ کسی مقام میں اہلبیت وآل محمد سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے چنانچہ آل علی وآل جعفر وآل عباس علیہم الرضوان۔اور کسی جگہ پر نظر بقرینہ مقام اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وازواج مطہرات اور کسی جگہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا وحسن وحسین وعلی علیہم السلام۔ خلاصہ آنکہ لفظ آل محمد کے مندرجہ دُرود شریف اور آلِ ابراہیم اور آل فرعون سے مراد اتباع اور پیرو لوگ ہیں۔ماسوائے درود شریف جیسا جیسا مقام ہوگا بقرینہ مقام خاص خاص معانی مراد ہونگے۔[1]

آل مشترک لفظی:

آل کے معانی ثلاثہ:

جس کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے:

- لشکر
- نفس
- اہل بیت

جبکہ آل عرفا اس کا اطلاق مؤمنین پر ہوتا ہے اور جبکہ آل نبی نسب کے اعتبار سے اولاد علی وعقیل وجعفر پر ہوتا ہے اور ایک آل نبی جہت دین کے اعتبار سے جس کا اطلاق ہر مؤمن پر ہوتا ہے۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں جس کو سرکار کا قرب یا صحبت یا خلافت حاصل ہو وہ سرکار کی آل ہے اور مصنف یہ لکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے اہل خانہ نہیں اس سے یہ وہم دینا چاہتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر کے افراد میں سے ہیں۔اس میں تو کوئی دو رائے نہیں جیسا کہ پیر مہر علی صاحب نے ذکر کیا اس کا اطلاق واستعمال قرینہ وسیاق وسباق کے اعتبار سے ہوگا اور مصنف بھی شاید یہی بولنا چاہتے ہیں مگر اس کا اطلاق کسی شناعت سے خالی نہیں۔

علامہ کفوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

علامہ کفوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ آل پر بحث کرتے ہوئے ان سب معانی کو مدنظر رکھا جس پر ہم نے اطلاق کیا: والآل عرفاً: هم المؤمنون من هذه الأمة، أو الفقهاء العاملون منهم، فلا يقال: (الآل) على المقلدين كما في «المفردات». وآل النبي من جهة النسب: أولاد علي وعقيل وجعفر والعباس. ومن جهة الدين: «كل مؤمن تقي»، كذا أجاب رسول الله حين سئل عن الآل.

---

۱ (فتاویٰ مہریہ: ۳۰)

قال بعضهم: الآل هم المختصون بالقرب منه قرابة أو صحبة أو خلافة عنه في مواريثه العلمية والعملية والحالية، وهم ثلاثة أصناف:

صنف منهم آله صورة ومعنى، وهو خليفته والإمام القائم مقامه حقيقة وصنف منهم آله معنى لا صورة، كسائر الاولياء الذين هم اهل الكشف والشهود، وصنف منهم آله صورة طينية لا معنى، كمن صحت نسبته الطينية والعنصرية اليه، وهذا الصنف هم السادات والشرفاء۔[1]

ترجمہ:اور "آل" (اہلِ بیت) سے مراد عرفاً یہ ہے کہ وہ اس امت کے مؤمن افراد ہیں، یا پھران میں سے فقیہ اور عمل کرنے والے علماء۔ پس لفظ "آل" مقلدین (اندھی تقلید کرنے والوں) پر استعمال نہیں کیا جاتا، جیسا کہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے المفردات میں ذکر کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل نسب کے اعتبار سے وہ ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اولاد۔ اور دین کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل وہ ہیں جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مؤمن اور پرہیزگار شخص میری آل میں سے ہے۔ "یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا۔ بعض علماء نے فرمایا: آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے لحاظ سے ممتاز ہوں۔ چاہے وہ قرابت (نسبی تعلق)، یا صحبت (ساتھ رہنا)، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی و عملی وراثت میں خلافت و جانشینی کے سبب ہو۔

پس یہ تین طبقات ہیں:

- وہ لوگ جو صورت اور معنی دونوں اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل ہیں، یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلیفہ اور حقیقی جانشین ہیں۔
- وہ لوگ جو صرف معنی کے اعتبار سے آل ہیں، جیسے اولیاء اللہ، اہلِ معرفت و کشف و شہود۔
- اور وہ جو صرف صورت (نسب) کے اعتبار سے آل ہیں، یعنی جن کی نسلی اور جسمانی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درست ہے، اور یہ طبقہ سادات و شرفاء پر مشتمل ہے۔

قال:

مرد مؤمن ہونے میں کسی قسم کا کوئی تردد نہیں رہتا مگر ضروری ہے کہ حقائق کو نگاہ انصاف سے دیکھا جائے۔

اقول:

مصنف یا تو کسی غلط فہمی کا شکار ہوگئے یا کسی چیز کا ظہور ہو رہا ہے مولانا مرد مؤمن کسے کہتے ہیں کیا آپ کے ہاں مرد مؤمن کا اطلاق سات سال کے بچے پر بھی ہوتا ہے، پہلے ہم اول کا معنی ذکر کرنا چاہیں گے۔

۱۔ (الکلیات، ص:۱۴۲، ۱۴۳)

معنی اول امام مناوی رضی اللہ عنہ کے نزدیک:

علامہ مناوی رضی اللہ عنہ نے اول کا معنی ذکر کیا:

الأول: فرد لا يكون غيره من جنسه سابقا عليه ولا مقارنا له، ذكره ابن الكمال.

وقال الراغب. هو الذي يترتب عليه غيره ويستعمل على أوجه أحدهما المتقدم بالزمان نحون عبد الملك أولا ثم المنصور الثاني المتقدم بالرياسة بالشيء وكون غيره مجتذبا به نحو الأمير ثم الوزير، الثالث المتقدم بالوضع كقولنا للخارج من العراق القادسية أولا ثم قيد، الرابع المتقدم بالنظام الصناعي نحو الأساس أولا ثم البناء والأول في صفة الله الذي لم يسبقه شيء[1]

ترجمہ: اول (الاوّل) کی تعریف: اول اُس فرد کو کہا جاتا ہے جس سے پہلے اس کی جنس میں کوئی اور نہ ہو، اور نہ ہی کوئی اس کے ساتھ برابر ہو—یہ تعریف ابن الکمال نے بیان کی ہے۔ اور راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ اول وہ ہے جس پر دوسرے کی ترتیب قائم ہو، اور اس کا استعمال کئی معنوں میں ہوتا ہے: زمانی تقدّم (وقت کے لحاظ سے پہلا ہونا): جیسے کہا جائے: "عبدالملک پہلا خلیفہ تھا، پھر منصور دوسرا۔" رتبے اور منصب میں پہلا ہونا: یعنی جو کسی مرتبے میں دوسروں سے بلند ہو، جیسے کہا جائے: "امیر پہلے، پھر وزیر۔" مکان یا ترتیب کے لحاظ سے پہلا ہونا: جیسے کہا جائے: "جو عراق سے نکلا وہ پہلے قادسیہ پہنچا، پھر قیاد۔" صنعتی یا ترکیبی لحاظ سے پہلا ہونا: جیسے کہا جائے: "پہلے بنیاد ڈالی گئی، پھر عمارت تعمیر ہوئی۔" اور جب "الاوّل" کی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کی جاتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہیں تھی، یعنی اللہ وہ ہے جس سے پہلے کچھ نہیں۔

مولانا ہمت کیجئے اور اول معنی کا اطلاق ازروئے لغت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کیجئے جبکہ اہل لغہ تو فرمارہے ہیں کہ اول کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے کہ کوئی اس کا غیر اس کی جنس سے موجود نہ ہو نہ ہی سابقا نہ ہی مقارنا۔ جنس کا مطلب ہے کہ ایمان کسی اور کے لئے ثابت نہ ہو نہ سابقا نہ مقارنا جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایمان تو آپ نے بھی مانا ہے۔ لہٰذا یا تو آپ اپنی عبارت سمجھنے سے قاصر ہیں یا بڑی چالاکی سے اس کو خاص کر لیا عورت کے لئے پھر اول ہونے کو خاص کر لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اس حل کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ اول کو اضافی کر لیا جائے اور اسی تطبیق کو ملحوظ رکھ لیا جائے جو امام ترمذی نے نقل فرمائی۔

تنبیہ:

مصنف نے ایک بار پھر کہا کہ حقائق کو نگاہ انصاف سے دیکھا جائے مولانا ہم تو آپ کے زیر عتاب تھے ہی مگر نفوس قدسیہ کو تو معاف فرمادیجئے آپ نے در پردہ ان کو بھی نہ بخشا۔

قال:

مولائے کائنات جو گھر میں موجود تھے انہیں چھوڑ کر باہر کے افراد جو کتنے ہی قریبی نہ ہوں ان باہر کے افراد کو دعوت دی جارہی ہو اور گھر میں موجود افراد

۱۔(التوقیف علی مہمات التعاریف، ص:٦٦)

کو پس پشت ڈال دیا ہو۔

اقول:

قارئین اس عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ مصنف کیا کہنا چاہتا ہے۔

اس بات کی وضاحت پہلے کر چکے ہیں کہ افراد خانہ میں سے رسول کریم ﷺ کی دولخت جگر حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اس وقت افراد خانہ میں سے تھیں مگر تم نے ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟ یقیناً آپ اہل رفض کی طرح عقیدہ تو نہیں رکھتے مگر پاؤں ضرور پھسلا ہے۔

پہلی بات:

کیا ہمارے ائمہ یا کسی اور نے کہا کہ افراد خانہ کو چھوڑ کر کسی اور کو دعوت دی گئی؟

دوسری بات:

افراد خانہ کو بھی دی گئی اور قریبی احباب کو بھی دی گئی بچوں میں سے حضرت علی اور آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

تیسری بات:

ابو بکر رضی اللہ عنہ افراد خانہ میں سے نہ تھے یہ کس نے لکھا ہے۔ اور خوامخواہ یہ گمان کرنا کہ افراد خانہ کو پس پشت ڈال دیا گیا اور پس پشت ڈال کر کسی اور کو ترجیح دی گئی۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بچے تھے زیر کفالت تھے انہیں دعوت دینا کس اعتبار سے تھا پھر دعوت دی بھی گئی تو وہ بچوں میں سے اول مسلم ہوئے جس کا کسی کو انکار نہیں دعوت کا اطلاق تو مکلف کے لئے ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو ہے نہیں تو وہ اولاً حضرت خدیجہ پاک اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے لئے ہے تو اولیت حقیقیہ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے ثابت ہوتی ہے عورتوں میں سے اور بچوں میں سے مولا علی رضی اللہ عنہ کے لئے اور آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے۔ اب اول کا لفظ آجانا اس کی توجیہ اولیت اضافی کے اعتبار سے ہے مجموع من حیث المجموع کے لحاظ سے باقی ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ اس کا اطلاق اولیت حقیقیہ کے لحاظ سے بھی کیا جا سکتا ہے من حیث ھو ھو۔

چوتھی بات:

ائمہ دین و محدثین کا تطبیق دینا جو ہر کسی کی شان اولیت کے لئے کافی ہے تاکہ فرامین رسول اللہ و صحابہ و تابعین کے کلام میں مطابقت قائم ہو یہ مطابقت تبھی ہوگی جن ائمہ نے تطبیق دی ان کی تطبیق کو اختیار کیا جائے۔

حق چار یار کی نسبت سے مصنف کے کلام پر ضرب اربعہ ہم نے قائم کر دی یہ وہ قضایا مسلمہ ہیں جن کا ترتب ایمان اور فہم دین پر موقوف ہوتا ہے وگرنہ لوگ تو بدیہیات کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

مصنف اور احادیث سے استدلال:

مصنف نے **پہلی حدیث** جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے پر نقل کی میں سمجھتا ہوں مصنف حدیث کے مزاج سے واقف نہیں حالانکہ اس حدیث پاک کی سند میں کلام ہے۔

دوسری بات:

جناب من! اس سے پہلے کہ میں حدیث کا پس منظر پیش کروں میں جسارت نہیں کرتا مگر حدیث پاک کے الفاظ نقل کر دیتا ہوں اور قارئین خود ملاحظہ فرمالیں:

مصنف نے درپردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا ہے کہ کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلی دینا ایک خاص پس منظر کے پیش نظر تھا ہم تو یہ جسارت نہیں کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ گمان سمجھیں، اب جو بھی حدیث پڑھے گا وہ کیا سمجھے گا کہ حضرت فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا تصور رکھتی تھیں۔

تیسری بات:

اس حدیث پاک میں جو اکثر کا لفظ ہے وہ بعض افراد کے اعتبار سے جو عبارت کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

چوتھی بات:

جزوی اعتبار سے فضیلت کو بیان کرنا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جہاں کہیں بھی یہ منقول ہوا ہے اس حدیث کا معنیٰ تمام کے اندر اس کا پس منظر یہی موجود ہے، اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا أحمد بن يحيى الصوفي، حدثنا إسماعيل بن أبان، حدثنا أبو مريم، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي، قال: "خطب أبو بكر وعمر إلى رسول الله ﷺ فأبى رسول الله عليهما، فقال عمر: أنت لها يا علي فقال: ما لي من شيء إلا درعي أرهنها فزوجه رسول الله ﷺ فاطمة فلما بلغ ذلك فاطمة بكت قال: فدخل عليها رسول الله ﷺ فقال: «ما لك تبكين يا فاطمة فوالله لقد أنكحتك أكثرهم علما وأفضلهم حلما وأولهم سلما[1]

قارئین کرام اس میں ایک راوی ہے اسماعیل بن ابان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترك أحمد والناس حديثه.

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے:

كذبه يحيى بن معين.

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو وضاع الحدیث کہا ہے:

كان يضع الحديث على الثقات

۱۔(الذریۃ الطاہرۃ للدولابی، ص:۶۳، رقم الحدیث:۹۰)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ونسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متروک الحدیث میں شمار کیا ہے:

وقال مسلم والنسائي: متروك الحديث[1]

حارث راوی:

ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کذاب میں شمار کیا ہے:

وقال أبو معاوية عن محمد بن شيبة الضبي عن أبي إسحاق زعم الحارث الأعور كان كذاب

شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے:

عن الشعبي حدثني الحارث الأعور وكان كذابا

امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں) سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بھی کذاب کہا ہے:

وقال الجوزجاني سألت علي بن المديني عن عاصم والحارث فقال مثلك يسأل عن ذا الحارث كذاب

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو غالی فی التشیع اور حدیث میں کمزور قرار دیا ہے:

وقال بن حبان كان الحارث غاليا في التشيع واهيا في الحديث[2]

اب قارئین دیکھ لیں کہ مصنف نے پہلی حدیث نقل کی اور وہ کذاب راویوں پر مشتمل ہے اور غالی فی التشیع راویوں پر مشتمل ہے دوسرا مصنف نے تاریخ دمشق کا حوالہ دیا مفہوم تو مروی ہے مگر یہ الفاظ نہیں۔ اس میں بھی راوی اسحاق سبی اور جعفی کمزور ہے۔

فائدہ:

یہاں قارئین کے لئے ایک بات عرض کرتا چلوں کہ اسی طرح کی احادیث پیش کی جاتی ہیں:

"اکثر هم علما"، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ "انا مدينة العلم وعلى بابها"، امام سغناقی نے کیا کمال کلام فرمایا: آپ فرماتے ہیں کہ ایک حصن ہوتا ہے اور ایک ہوتا ہے دروازہ کہ حصن تو ایک ہی ہوتا ہے جبکہ دروازے کئی ہوتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ان کئی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

تسدید:

تنبیہ:

اس کی سند سے قطع نظر ہم علی رضی اللہ عنہ کے اول اسلام من حیث الطفل کے قائل ہیں۔

۱۔ (میزان الاعتدال: ۱/۲۱۱-۲۱۲)

۲۔ (تہذیب التہذیب: ۲/۱۴۶)

مصنف کی دوسری حدیث:

حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ المُحارِبِيُّ، ثنا عَبْدُ الكَرِيمِ بْنُ يَعْقُوبَ، عَنْ جابِرٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قالَ: قالَتْ عائِشَةُ: اشْتكى رَسُولُ الله ﷺ فِي بَيْتِي، فَأَتَتْهُ فاطِمَةُ تَمْشِي والَّذِي نَفْسُ عائِشَةَ بِيَدِهِ كَأَنَّ مِشْيَتَها مِشْيَةُ رَسُولِ الله ﷺ، فَسارَّها رَسُولُ الله ﷺ، فَبَكَتْ ثُمَّ سارَّها فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ: ما رَأَيْتُ كاليَوْمِ ضَحِكًا أَقْرَبَ مِن بُكاءٍ فَقُلْتُ: يا فاطِمَةُ، أَخْبِرِينِي ما قالَ لَكِ؟ قالَتْ: ما كُنْتُ أَفْعَلُ وقَدْ رَأى رَسُولُ الله ﷺ مَكانَكِ فَلَمّا تُوُفِّيَ رَسُولُ الله ﷺ سَأَلَها فَقالَتْ: إنَّ رَسُولَ الله ﷺ قالَ: «إنَّ جِبْرِيلَ كانَ يُعارِضُنِي بِالقُرْآنِ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وقَدْ عارَضَنِي بِهِ العامَ مَرَّتَيْنِ، ولا أُرانِي إلّا مَدْعُوًّا بِهِ فَأَجِيبُ فاتَّقِي اللهَ» قالَتْ: فَجَزِعْتُ ثُمَّ سارَّنِي فَقالَ: «أما تَرْضَيْنَ أَنَّ زَوْجَكِ أَوَّلُ المُسْلِمِينَ إسْلامًا وأَعْلَمُهُمْ عِلْمًا؟ فَإنَّكِ سَيِّدَةُ نِساءِ أُمَّتِي كَما سادَتْ مَرْيَمُ نِساءَ قَوْمِها»

عثمان بن ابی شیبہ جو اس حدیث کا راوی ہے اس کا ترجمہ جو ائمہ رجال نے نقل فرمایا ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کذاب کہا ہے:

عبد الله بن أحمد بن حنبل قال: كذاب.

ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث وضع کرتا تھا (یعنی من گھڑت روایات بیان کرتا ہے)

وقال ابن خراش: كان يضع الحديث.

داؤد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کذاب کہا ہے:

قال داود بن يحيى: محمد بن عثمان كذاب[۱]

تیسری روایت:

حدثنا أحمد بن يحيى الأودي، حدثنا أبو نعيم ضرار بن صرد التميمي حدثنا عبد الكريم أبو يعفور، عن جابر، عن أبي الضحى، عن مسروق، عن عائشة، قالت: حدثتني فاطمة، قالت: قال لي رسول الله ﷺ: «زوجك أعلم الناس علما وأولهم إسلاما وأفضلهم حلما»

اس سند میں ایک راوی ہے ابوضرار بن صرد التیمی یہ کذاب ہے اب پتہ نہیں مصنف نے ایسا کیوں کیا کہ ایسے رواۃ سے آپ کی شان بیان کرنا چاہی جو کذاب پر مشتمل ہے خیر ہم حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی شان کے لئے ان احادیث ضعیفہ کے محتاج نہیں کہ حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی شان عیاں ہے اور اظہر من الشمس ہے۔

۱۔ (میزان الاعتدال: ۳/۶۴۲)

ابو احمد عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ کوفہ میں شیعہ کی طرف منسوب ہے:

وقال أبو أحمد بن عدي: وضرار بن صرد هذا من المعروفين بالكوفة، وله أحاديث كثيرة، وهو من جملة من ينسب إلى التشيع بالكوفة

قال علي بن الحسن الهسنجاني: سمعت يحيى بن معين يقول: بالكوفة كذأبان، أبو نعيم النخعي، وأبو نعيم ضرار بن صرد. وقال البخاري والنسائي: متروك الحديث.

اس سند کا دوسرا راوی جابر جعفی ہے:

جرير بن عبد الحميد، عن ثعلبة، قال: أردت جابرا الجعفي، فقال لي: ليث بن أبي سليم: لا تأته فإنه كذاب.

أبويحيى الحماني، سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت فيمن رأيت أفضل من عطاء، ولا أكذب من جابر الجعفي، عن الشعبي أنه قال: يا جابر لا تموت حتى تكذب على النبي ﷺ.

عن يحيى: لم يدع جابرا ممن رآه إلا زائدة، وكان جابر كذابا ليس بشئ[1]

چوتھی حدیث پاک:

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو محمد عبد العزيز بن الحسن بن علي بن أبي صابر نا أبو حبيب العباس بن أحمد بن محمد البرتي نا إسماعيل يعني ابن موسى ناتليد ب سليمان أبو إدريس عن أبي الجحاف عن رجل عن أسماء بنت عميس قالت قال رسول الله (ﷺ) لفاطمة زوجتك أقدمهم سلما وأعظمهم حلما وأكثرهم علما

اب یہاں اسماء بنت عمیس سے روایت کرنے والا رجل مجہول ہے لہٰذا اس میں بھی ضعف ہے۔

پانچویں حدیث:

حدثنا أبوبكر بن إسحاق، أنبأ عبيد بن حاتم الحافظ، ثنا محمد بن حاتم المؤدب، ثنا سيف بن محمد، ثنا سفيان الثوري، عن سلمة بن كهيل، عن أبي صادق، عن الأغر، عن سلمان قال: قال رسول الله ﷺ: «أولكم واردا على الحوض، أولكم إسلاما، علي بن أبي طالب»

حَدَّثَنا إبْراهِيمُ بْنُ أَبِي داوُدَ، قالَ: سَأَلتُ يَحْيى بْنَ مَعِين، عنِ ابن أخت سفيان الثَّوْريّ سيف بْن مُحَمد فقال: كان كذّابًا ولكن أَخُوه عمار ثقة.

١۔ (میزان الاعتدال:١/٣٨٠)

وقال النسائي سيف بْن مُحمد ضَعِيفٌ[۱] هُوَ أَخُو عَمّارٍ ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ[۲] سيف بن مُحَمَّد ت بن أُخْت سُفْيان الثَّوْرِيّ كَذّاب خَبِيث ونقل بن الجَوْزِيّ عَن أَحْمد فِي حَدِيث المَشْي حافيا فِي طلب العلم فِي مَوْضُوعاته لَيْسَ بِشَيْء كانَ يضع الحَدِيث[۳] يَحْيى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ سَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ بن أُخْتِ سُفْيانَ كانَ هاهُنا كَذّابًا خبيثا[۴]

اس حدیث کی ایک سند مسند حارث میں ہے اور اس سند میں ایک راوی کے متعلق امام نسائی نے متروک الحدیث لکھا ہے:

وقال النسائي يَحْيى بن هاشم أبو زكريا متروك الحديث[۵]

چھٹی حدیث:

أخبرنا أبو طالب محمد بن أحمد بن عثمان بن فرج بن الأزهر- البغدادي -قدم علينا واسط- قال: أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن عرفة بن لؤلؤ قال: حدثنا عمر بن أحمد الباقلاني قال: حدثنا محمد بن خلف الحدادي قال: حدثنا عبد الرحمن بن قيس أبو معاوية قال: حدثنا عمرو بن ثابت عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن سعد مولى أبي أيوب الأنصاري عن أبي أيوب قال: قال رسول الله ﷺ: «صلت الملائكة علي وعلى علي سبع سنين، وذلك أنه لم يصل معي أحد غيره».

اس کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن قیس ابو معاویہ کذاب ہے جس کو ابو زرعہ نے کذاب کہا:

عبد الرحمن بن قيس، أبو معاوية الزعفراني: قال أبو زرعة: كذاب[۶]

اور ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے انہوں نے اس کو کذاب بتایا ہے:

عبد الرَّحْمَن بن قيس أَبُو مُعاوِيَة الزَّعْفَرانِي عَن ابْن عون قالَ أَبُو زرْعَة كَذّاب[۷]

ساتویں حدیث:

حدثنا العباس بن إبراهيم القراطيسي، نا محمد بن إسماعيل الأحمسي، نا مفضل بن صالح، نا جابر الجعفي، عن

۱۔(الکامل فی ضعفاء الرجال ۴/۵۰۳)

۲۔ (تاریخ اوسط:۲/۱۹۹)

۳۔(الکشف الحثیث ۱/۱۳۲)

۴۔ (المجروحین لابن حبان ۱/۳۴۶)

۵۔(الکامل فی ضعفاء الرجال ۹/۱۲۱)

۶۔(دیوان الضعفاء ۱/۲۴۴)

۷۔(المغنی فی الضعفاء ۲/۳۸۵)

سليمان بن بريدة، عن أبيه قال: قال لي رسول الله ﷺ: «قم بنا يا بريدة نعود فاطمة» قال: فلما أن دخلنا عليها أبصرت أباها ودمعت عيناها قال: «ما يبكيك يا بنية؟» قالت: قلة الطعم وكثرة الهم، وشدة السقم. قال: «أما والله لما عند الله خير مما ترغبين إليه يا فاطمة، أما ترضين أني زوجتك أقدمهم سلما، وأكثرهم علما وأفضلهم حلما، والله إن ابنيك لمن شباب أهل الجنة».

اس میں جابر جعفی کذاب ہے (کما سبق)۔ جبکہ مفضل بن صالح کے متعلق منکر الحدیث کہا گیا ہے:

حَدَّثَنا البُخارِيّ قال مفضل بْن صالِح، عَنِ الأَعْمَش منكر الحديث[1]

آٹھویں حدیث:

حدثنا أبو أحمد، حدثنا خالد يعني ابن طهمان، عن نافع بن أبي نافع، عن معقل بن يسار، قال: وضأت النبي ﷺ ذات يوم، فقال: «هل لك في فاطمة تعودها؟» فقلت: نعم، فقام متوكئا علي، فقال: «أما إنه سيحمل ثقلها غيرك، ويكون أجرها لك» قال: فكأنه لم يكن علي شيء حتى دخلنا على فاطمة، فقال لها: «كيف تجدينك؟» قالت: والله لقد اشتد حزني، واشتدت فاقتي، وطال سقمي " قال أبو عبد الرحمن: وجدت في كتاب أبي بخط يده، في هذا الحديث، قال: «أوما ترضين أني زوجتك أقدم أمتي سلما، وأكثرهم علما، وأعظمهم حلما» خالد ابن طهمان الكوفي وهو خالد ابن أبي خالد وهو أبو العلاء الخفاف مشهور بكنيته صدوق رمي بالتشيع ثم اختلط[2]

وخالد بن طهمان أبو العلاء الكوفي، صدوق في نفسه غير متهم نسب إلى التشيع له بعض الخطأ والوهم ضعفه ابن معين وكذا ابن الجارود ولعل ذلك من أجل أنه اختلط قبل موته بعشر سنين۔[3]

تبصرہ:

مصنف کی خیانت اور چلاکی دیکھیں کہ خالد بن طھمان پر اس نے کوئی گفتگو نہیں کی اور ایک قول ایسے نقل کیا جیسا کہ وہ جرح مردود ہے جبکہ خالد بن طھمان کے حوالے سے کہ وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور اختلاط بھی وفات سے بیس سال قبل ہوا اور مختلط کی روایات قبول ہی نہیں ہوتی۔

دوسری بات قاعدہ ہے کہ جب صاحب تشیع راوی اپنے مذہب کی تائید میں روایت پیش کر رہا ہو تو اس کی روایت قبول نہیں ہوتی۔

تیسری بات مصنف نے عراقی کا اس کی سند کو صحیح کہنا اس سے مغالطہ دینے کی کوشش کی۔ امام عراقی کو بھی اس میں مغالطہ ہوا کہ انہوں نے اس کی سند کو صحیح

۱۔(الکامل في ضعفاء الرجال، ۸/۱۵۱)

۲۔(تقریب التھذیب، ۱/۱۸۸)

۳۔(الاغتباط بمن رمي من الرواۃ بالاختلاط، ۱/۱۰۷)

قرار دیا کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی خالد بن طھمان ہے اور اسے موت سے بیس سال قبل اختلاط ہوا اور صاحب اختلاط کی روایت قبول ہی نہیں۔ نیز علامہ زبیدی نے بھی اس کا رد کیا ہے۔

قال:

مصنف نے کہا سرکار دوعالم ﷺ کو مولائے کائنات کو فقط بچوں کے اعتبار سے قدیم الاسلام نہیں فرمایا بلکہ پوری امت کی جانب نسبت کر کے فرمایا اقدم امتی سلما، یعنی میری امت میں سب سے پرانے مسلمان۔

اقول:

مولوی صاحب اقدم امتی سے جو تم نے ثابت کیا کیا بغیر کسی تخصیص کے ثابت کیا جاسکتا ہے جبکہ حضرت خدیجہ پاک رضی اللہ عنہا تو آپ کے نزدیک بھی سب سے پہلے اسلام لیکر آئی۔ تو پھر بغیر کسی وجہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمانا کس بات کا موجب ہے اگر یہاں تخصیص ہے تو دوسری احادیث میں کونسا مانع موجود ہے ؟

مصنف نے یہاں حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کے لئے بچوں کے اعتبار سے مؤمن ہونے کی نفی کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ آزاد مردوں کے اعتبار سے بھی اول مسلم ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں ایسا کچھ بھی نہیں فرمایا گیا۔

مصنف کیا حضرت خدیجہ پاک رضی اللہ عنہا سے بھی پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسلمان جانتے ہیں جبکہ خود لکھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اول مسلمہ ہیں یہاں حدیث میں تو کوئی ایسا لفظ نہیں جو کسی کے مذکر و مؤنث ہونے کی تخصیص کرے۔

نیز مصنف نے ترجمہ بھی غلط کیا اس حدیث پاک کا ترجمہ یوں ہے:

میری امت کے بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے:

میری امت میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے لوگوں میں سے ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ حدیث پاک کو خاص کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اول اسلام پر یہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

قال:

اگر ایسے صریح فرمان مصطفیٰ کی بعد بھی نہ مانیں تو ایسے شخص کو کیا کہا جاسکتا ہے۔

اقول:

ہم مصنف سے پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اولیت حقیقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت کرنے کی ایک حدیث صریح دکھادیں۔ تو پھر مصنف خود اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کی عمر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

مصنف نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے کا انکار کیا حالانکہ ہم پانچ مرفوع اور صحیح احادیث مبارکہ پیش کر چکے ہیں اور بخاری شریف سے بھی پیش کر چکے ہیں جس کے تلقی بالقبول پر امت کا اجماع ہے۔

نویں حدیث:

حدثنا علي بن إسحاق الوزير الأصبهاني، حدثنا إسماعيل بن موسى السدي، ثنا عمر بن سعيد، عن فضيل بن مرزوق، عن أبي سخيلة، عن أبي ذر، وعن سلمان قالا: أخذ رسول الله ﷺ بيد علي، فقال: «إن هذا أول من آمن بي، وهو أول من يصافحني يوم القيامة، وهذا الصديق الأكبر، وهذا فاروق هذه الأمة، يفرق بين الحق والباطل، وهذا يعسوب المؤمنين، والمال يعسوب الظالم»

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے اسماعیل بن موسیٰ السدی اور منکر الحدیث ہے مصنف اپنی سابقہ روش سے باز نہ آئے وہ احادیث پیش کیں جو اکثر منکر الحدیث رواۃ سے ہیں یا کذاب سے ہیں۔

مصنف کا فریب یا عقائد اہل سنت پر ضرب:

اس حدیث کو نقل کرنے کا مقصد جس کے متعلق علماء محدثین فرما چکے کہ سخت ضعیف ہے بلکہ بعض نے تو موضوع کہا اس سے پہلے کہ ہم حدیث پر جرح نقل کریں پہلے ہم صدیق کا معنی بیان کرتے ہیں جو ابو بکر صدیق کی عرض لازم بین ہے۔

صدیق کا معنی صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بہت زیادہ سچا صدیق کا معنی ہے قول وفعل میں سچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا:

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کو صدیق مانتے ہیں مگر یہ صدیق اکبر کا لفظ مخصوص اطلاق خاص مقیّد فقط حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہیں جس طرح دوسرے صحابہ بھی صدیق مگر اطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر دوسرے صحابہ بھی اسد اللہ مگر خاص اطلاق شیر خدا پر دوسرے صحابہ بھی فاروق مگر اطلاق خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بضعۃ منی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیاں بھی ہیں مگر خاص فضیلت وشرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اقضاکم باقی صحابہ بھی مگر اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا علم کا شہر دیگر تمام صحابہ مگر اطلاق خاص پس منظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا۔ مولا ہونے کا اطلاق سب صحابہ پر مگر خاص پس منظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا۔ باحیا تھے تمام صحابہ مگر اطلاق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر۔ قراء دیگر صحابہ بھی تھے مگر اطلاق خاص اقرء کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر ہوا۔ اسی طرح کی امثلہ تلاش کی جائے تو احاطہ ادراک سے خارج اب بعض فضیلتیں خاص اور بعض کا دوسرے پر بھی اطلاق اپنے معنی اور تخصیصات کے پس منظر میں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صدیق تھے مگر اکبر جو تھے وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اس لیے کہا گیا صدیق اکبر صدیق اکبر کے علاوہ کسی پر اس کا اطلاق ممنوع ہے۔ عرف کے اعتبار سے اور ایہام کے لحاظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر جو حدیث میں اطلاق ہوا اس کے کئی جوابات ہیں۔

عقلی ونقلی وجوہات:

پہلا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب قرآن نے دیا۔

دوسرا:

فرمان مصطفی سے ملا۔

تیسرا:

ائمہ مفسرین نے صدیق اکبر کا اطلاق ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیا۔

چوتھا:

ائمہ محدثین نے صدیق اکبر کا اطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیا۔

پانچواں:

ائمہ متکلّمین نے اس کا اطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیا۔

چھٹا:

اس پر تواتر ہے۔

ساتواں:

اسی پر تعامل امت ہوا۔

آٹھواں:

کسی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا نہ انکار کیا نہ ہی احادیث و محدثین و متکلّمین کی کلام پر جرح کی اور اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صدیق ہونے کے اطلاق پر ائمہ محدثین نے جرح کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صدیق ہونے کا اطلاق:

پہلا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صدیق ہیں مگر اطلاق خصوصی حاصل نہیں۔

دوسرا:

قرآن نے اس کا اطلاق خصوصی عند الجمہور نہیں کیا۔

تیسرا:

حدیث رسول سے ثابت نہیں۔

چوتھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اطلاق عقل نقل کے خلاف ہے کہ جب قران و حدیث میں اطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیا گیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسی کا اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے لیے فرمائے۔

پانچواں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ والی موقوف حدیث کی اسنادی حیثیت انتہائی کمزوری پر مبنی ہے۔

چھٹا:

کسی مفسر و محدث نے اس اطلاق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رواں نہ رکھا۔

ساتواں:

اس پر عرف نہیں۔

نواں:

تعامل امت بھی نہیں۔

دسواں:

کسی بدعقیدگی کو ترویج دینے کے مترادف ہے۔

گیارھواں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بعد والوں کے لیے فرمارہے ہیں جس طرح حدیث کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

صدیق ہونے پر مختصر دلائل:

والذی جاء بالصدق و صدق به

اس آیت کے شان نزول میں جمہور کا اتفاق ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ امام سیوطی نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اللہ عزوجل نے کسی کا نام صدیق نہیں رکھا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ [1]

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصی تک سیر کرائی گئی۔ جب صبح بات چیت ہوئی کچھ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بظاہر ایمان لاچکے تھے وہ پھر گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ کا ساتھی اس قسم کا دعوی کررہے ہیں کہ آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوی کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ اس بات کی تصدیق کرینگے کہ راتوں رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔

آسمانوں پر نام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں پر اپنا نام اور صدیق کا نام دیکھا۔

۱۔(تاریخ الخلفاء)

صدیق کلی:

صدیق تو کلی ہے جو ہر صحابی پر اطلاق ہے مگر صدیق اکبر جزئی ہے اور جزئی حقیقی سب صحابہ کے لحاظ سے جزئی اضافی بھی ہو سکتی ہے علی وجہ التسلیم مگر توجیہ کے ساتھ اس کا اطلاق ہی نہیں کرنا چاہیے آپ لفظ صدیق کو کلی مشکک بھی کہہ سکتے ہیں پھر اس میں اشراقیین اور مشائیین کا اختلاف ہو گا۔

مصنف کا تعاقب:

مصنف نے جو حدیث نقل کی ہم اس پر ائمہ کی آراء کو کچھ اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں قارئین کے افادہ کے لیے اس روایت کو کچھ محدثین نے نقل فرمایا جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی خصائص علی آپ نسائی کی نقل کردہ سند دیکھ لیں اس میں ایک راوی ہے عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ص (۲۵) اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث نقل کی جلد ۶ صفحہ ۳۶۷ مگر ان کی سند میں عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے الاحاد والمثانی میں امام ابین ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ص ۱۴۷ امام نسائی نے سنن کبری میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے جلد ۷ ص ۴۰۹ امام ابن عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے السنۃ میں بھی اس کو نقل کیا صفحہ ۵۹۷ الکنی والاسماء میں امام دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی جلد ۲ صفحہ ۹۰۴ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صحابہ میں اس کو نقل کیا جس میں عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ موجود ہے صفحہ ۵۷۶ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا جلد ۱ صفحہ ۴۴ جس میں عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ موجود ہے۔

عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر کلام:

اب میں مختصر عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر کلام نقل کیے دیتا ہوں جس سے ان تمام محدثین کی نقل کردہ حدیث کا جواب ظاہر ہو جائے گا منصف پر۔

امام ابن ملقن کے نزدیک:

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ میں مختصر تلخیص الذہبی میں نقل فرمائی اس کے بعد فرمایا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بخاری مسلم کی شرط پر ہے ابن ملقن نے رد کیا کہ یہ کسی ایک کی شرط پر بھی نہیں اور فرمایا یہ صحیح بھی نہیں یہ حدیث باطل ہے دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اس میں عباد بن عبد اللہ ہے جلد ۳ ص ۱۳۱۴۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ذہبی نے المنتقی من منہاج الاعتدال میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث موضوع ہے اس میں عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے جلد ۱ صفحہ ۴۸۲۔

امام ابن جوزی کے نزدیک آپ نے فرمایا اس میں عباد بن عبد اللہ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ضعیف ہے ابو بکر اثرم کہتے ہیں میں نے عبد اللہ سے پوچھا حدیث علی مذکورہ کے بارے میں فرمایا منکر ہے جلد پہلی صفحہ ۳۴۱۔

امام موفق الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

فرمایا یہ حدیث منکر ہے منتخب من علل الخلال جلا ا صفحہ ۲۰۴ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ جامع صغیر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس حدیث کی صحت کی نفی منافی حسن ہونا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

فرمایا یہ حدیث موضوع ہے محمد بن عبد اللہ کا کوئی اعتبار نہیں اور عباد متروک ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ زوائد البزار میں فرمایا: ھذا اسناد واہ اور محمد متہم اور

عباد بڑے رافضیوں میں سے ہے حدیث میں صادق ہے ،(جب تک اپنے مذہب کی تقویت کے لیے نہ ہو)لالي المصنوعة جلد اصفحہ ۲۹۷حافظ ابن حجر کے نزدیک۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس میں عبداللہ ہے جوغالی رافضی ہے جلد ۲صفحہ ۱۲۱۴اس کی دوسری اسانید بھی ہے ان میں سے ایک اور سند مختصر تاریخ دمشق میں ہے اس میں ایک سلمان نام کا راوی ہے جلد۷ اصفحہ ۳۰۷امام طبرانی نے بھی اس کو نقل کیا اس میں بھی سلمان نام کا راوی ہے کتاب الاوائل میں ابن عروبہ نے نقل کیا اس میں بھی سلیمان نام کا راوی ہے جلد اصفحہ ۴۴۔

امام جوز قانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا اس میں بھی سلیمان نام کا راوی موجود ہے جلد اصفحہ ۲۹۳سلیمان نامی راوی عند بخاری۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ بخاری میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور نہ ہی سلمان کا معاذہ سے سماع ثابت ہے تاریخ الکبیر جلد ۴صفحہ ۲۳۔

امام ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

قال البخاري لا يتابع عليه ولا يعرف الا به ولا يعرف سماع سليمان من معاذة تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل جلد اصفحہ ۱۳۴امام ذہبی کے نزدیک آپ نے امام بخاری کے قول کو ثابت رکھا تذھیب تھذیب الکمال جلد ۴صفحہ ۱۵۵امام قیسرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

آپ نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ثابت رکھا جلد اصفحہ ۴۹۹امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

آپ فرماتے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کسی نے جھوٹ بولا ہے میزان الاعتدال امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

آپ نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ثابت رکھا جلد ۲صفحہ ۱۳۰

ازلہ وہم:

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کچھ فرمارہے ہیں امام ذہبی کچھ لحاظہ اگر بخاری کی جرح کو لیا جائے تو وہ قدرے کم ہے جو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

جواب یہ اصول ہر جگہ یاد رہے کہ محدث کسی حدیث پر حکم تمام اسانید کے لحاظ سے نہیں بلکہ جو سند اس کے سامنے ہوتی ہے اس لحاظ سے حکم لگارہا ہوتا ہے ہوسکتا ہے دوسری سند پر یہ کلام نہ ہو جو اس سند میں ہے۔

إسماعيل بن موسى السدي رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقالَ أَبُو زُرْعَةَ: مُنْكَرُ الحَدِيثِ[۱]

وقال ابن حبان: يروي عَنِ الأَثْباتِ المَوْضُوعاتِ[۲]

إِسْمَاعِيل بن مُوسى السّديّ: لَهُ عِنْد الطَّبَرَانِيّ فِي أكبر معاجمه حَدِيث مُنكر عمر بن سعيد: عن سعيد بن أبي عروبة.قال البخاري: منكر الحديث[۳]

مصنف کی چالاکی:

مصنف نے اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اولیت مؤمن پر جو حدیث پیش کی وہ فقط محل نظر ہی نہیں بلکہ شرع پاک کے اصولوں کے بھی مخالف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا لقب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا لیکن مصنف نے چالاکی سے احادیث ضعیفہ سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی کہ صدیق کا لقب بھی چپکے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیدیا جائے اور فاروقی لقب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے وہ بھی در پردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیدیا جائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا لقب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جیسا کہ بخاری میں ہے دوسرا سفر معراج سے واپسی کے موقع پر صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

یہ روایت کئی مضامین سے منقول ہوئی ہے اور سب کی اسنادی حیثیت کمزور ہے ابن ماجہ میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ اس میں ایک راوی عباد بن عبداللہ اسدی، علامہ ذہبی نے لکھا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا کرتا تھا اور بھی جتنی اسکی اسانید منقول ہوئی ہیں سب کے رواۃ کمزور ہیں۔ نیز جب تعامل امت اور اتفاق اس بات پر ہے کہ صدیق کے لقب کا اختصاص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے کیا ائمہ محدثین نے ان احادیث کا مطالعہ نہیں فرمایا تھا اگر فرمایا تھا اور یقیناً فرمایا ہے تو کیا کسی نے صدیق کے لقب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مانا۔ اسی کو کہتے ہیں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور ایسی گفتگو کرنا جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت در پردہ مجروح ہوتی ہے۔

مصنف نے دوسری سند نقل کی:

حَدَّثَنا عَبّادُ بْنُ يَعْقُوبَ العَرْزَمِيُّ، قالَ: حدثنا عَلِيُّ بْنُ هاشِمٍ، قالَ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهَّ بْنِ أَبِي رافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي رافِعٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ، قالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِبٍ: «أَنْتَ أَوَّلُ مَن آمَنَ بِي، وأَنْتَ أَوَّلُ مَن يُصافِحُنِي يَوْمَ القِيامَةِ، وأَنْتَ الصِّدِّيقُ الأَكْبَرُ، وأَنْتَ الفارُوقُ تَفْرُقُ بَيْنَ الحَقِّ والباطِلِ، وأَنْتَ يَعْسُوبُ المُؤْمِنِينَ، والمالُ يَعْسُوبُ

۱۔(تاریخ الإسلام ت بشار، ۴/ ۶۱۹)

۲۔(تاریخ الإسلام ت بشار، ۴/ ۸۵۱)

۳۔(میزان الاعتدال، ۳/ ۲۰۰)

الكُفّارِ» وهَذا الحَدِيثُ لا نَعْلَمُهُ يُرْوى عَنْ أَبِي ذَرٍّ إلّا مِن هَذا الوَجْهِ، ولا رَوى أبُو رافِعٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ إلّا هَذا الحَدِيثَ

مصنف کی خیانت:

مصنف نے دوسری سند مسند بزار سے یہ نقل کی مگر شاید کہ یا تو مصنف نے کہیں سے چوری کی اور اس نے مکمل کلام نقل نہیں کیا تھا مصنف نے اسی کی پیروی میں ایسا کیا یا پھر مصنف نے حدیث پڑھنی اور محدث کا تبصرہ پڑھنا زحمت نہ کیا بلکہ صرف حدیث کو زینت قرطاس بنایا اور محدث کا تبصرہ جو مصنف کے خلاف تھا اس کو نقل کرنا گوارہ نہ کیا یہ مصنف کی عدم دیانت پر دلالت کرتا ہے مصنف نے تمام مقامات پر ایسے ہی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیا اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ تمام محدثین انصاف نہ کر سکے اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھپاتے رہے جو فضیلتیں تم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت کرتے ہو وہ تمام فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے موجود ہیں۔ لہٰذا چودہ صدیوں کی امت خائن اور کاذب ہے ایک مصنف اور اس کے آباء جو شریعت کے عرفان سے واقف نہیں کیونکہ نام کے عرفان سے کبھی عرفان نہیں ملتا۔ ورنہ بہت سارے لوگ صاحب علم اور زاہد اور صاحب السجود ہوتے۔ اللہ عزوجل مصنف اور مصنف کے آباء کو ہدایت دے۔

مصنف کی پیش کردہ روایت کے رواۃ میں سے عباد بن یعقوب نامی راوی ہے جس کے ترجمہ میں علمائے محدثین نے لکھا ہے کہ یہ شیعہ میں سے تھا اور بدعتیوں کا سرغنہ تھا اور حضرت عثمان کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

جیسا کہ امام ذہبی نے لکھا:

عباد بن يعقوب الأسدي الرواجنى الكوفي، من غلاة الشيعة ورؤوس البدع، لكنه صادق في الحديث. وقال صالح جزرة: كان عباد ابن يعقوب يشتم عثمان، وسمعته يقول: الله أعدل من أن يدخل طلحة والزبير الجنة، قاتلا عليا بعد أن بايعاه. كان داعية إلى الرفض، ومع ذلك / يروي المناكير عن المشاهير، فاستحق الترك۔

یہ وہی رافضی ہے جس نے امیر معاویہ کے حوالے سے یہ بات مشہور کی کہ روافض کا پرانا طریقہ ہے کہ وہ من گھڑت فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بیان کرتے ہیں اس حدیث پاک میں بھی صدیقیت وفاروق کے لقب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بیان کیا۔

تنبیہ: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدیق وفاروق دونوں مانتے ہیں، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم مولا علی رضی اللہ عنہ کو صدیق وفاروق نہیں مانتے بلکہ ان لفظوں کا اطلاق جن احادیث سے کیا جارہا ہے وہ احادیث روافض سے منقول ہیں یا سخت مجروح ہیں۔

وهو الذي روى عن شريك، عن عاصم، عن زر، عن عبد الله، قال رسول الله ﷺ: إذا رأيتم معاوية على منبرى فاقتلوه[1]

۱۔(میزان الاعتدال:۲/۳۷۹)

دسویں حدیث:

عن أنس بن مالك قال قالت فاطمة زوجتني عليا حمش الساقين عظيم البط قليل المشي فقال النبي (ﷺ) زوجتك يا بنية أعظمهم حلما وأقدمهم سلما وأكثرهم علما

مصنف نے یہاں پر بھی خیانت کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو مضطرب اور پریشان تھیں کہ ان کی شادی کیسے شخص سے ہوئی اور ان اوصاف کو انہوں نے خود بیان فرمایا جس کے ترجمہ کرنے کی میں جسارت نہیں رکھتا میں تو یہی کہوں گا کہ یہ حدیث کی سند میں کلام ہے کہ حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی شان اور وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسا سوچیں یہ تو اب تفضیلی لوگ ہی بیان کریں گے کہ وہ حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہیں یا در پردہ تنقید کرتے ہیں۔

گیارہوں حدیث:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا عبد الرحمن بن عمرو الفارسي أنا أبو أحمد بن عدي ناعلي بن سعيد بن بشير نا عبد الله بن داهر الرازي نا أبي عن الأعمش عن عباية عن ابن عباس قال ستكون فتنة فمن أدركها منكم فعليه بخصلتين كتاب الله وعلي بن أبي طالب فإني سمعت رسول الله (ﷺ) يقول وهو اخذ بيد علي هذا أول من امن بي وأول من يصافحني وهو فاروق هذه الأمة يفرق بين الحق والباطل وهو يعسوب المؤمنين والمال يعسوب الظلمة وهو الصديق الأكبر وهو بابي الذي أوتى منه وهو خليفتي من بعدي-

مصنف کی چالاکی:

مصنف نے یہ روایت تو نقل کی مگر اگلا کلام پھر حذف کر دیا خود مصنف بیان کر رہے ہیں کہ ابن داھر کی روایت فضائل علی میں یہ متہم ہے۔

قال ابن عدي عامة ما يرويه ابن داهر في فضائل علي هو فيه متهم

بارہویں حدیث:

لا يوقف له على اسم. من حديثه ما رواه إسحاق بن بشر، عن خالد بن الحارث، عن عوف، عن الحسن، عن أبي ليلى الغفاري، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ستكون بعدي فتنة، فإذا كان ذلك فالزموا علي بن أبي طالب، فإنه أول من يراني، وأول من يصافحني يوم القيامة، هو الصديق الأكبر، وهو فاروق هذه الأمة، يفرق بين الحق والباطل، وهو يعسوب المؤمنين، والمال يعسوب المنافقين. وإسحاق بن بشر ممن لا يحتج بنقله إذا انفرد لضعفه ونكارة حديثه[1]

۱۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب:۴/۱۷۴۴)

مصنف کی خیانت:

مصنف نے پھر اپنی روش کو دہراتے ہوئے خیانت کی علامہ ابن عبدالبر نے اس پر جرح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے استدلال درست نہیں کہ ایک راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اور مصنف نے اس کلام کو چھوڑ دیا لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کے لئے کہ علی رضی اللہ عنہ کے وہ فضائل جو ہمارے اسلاف نہیں بیان کرتے میں بیان کررہا ہوں جناب من آپ فضائل نہیں حضرت علی وابوبکر رضی اللہ عنہما دونوں پر التزاما تنقید کررہے ہیں جس سے آگاہی آپ کو خود بھی نہیں ہے۔

تیرہوں حدیث:

حدثنا عبد السلام بن صالح، قال: حدثنا علي بن هاشم، عن أبيه، عن موسى بن القاسم التغلبي، قال: حدثتني ليلى الغفارية: أنها كانت تخرج مع رسول الله ﷺ في مغازيه تداوي الجرحى، وتقوم على المرضى. فحدثت أرسول الله قال لعائشة: «هذا علي بن أبي طالب أول الناس إيمانا.

اس کی سند کے متعلق فرمایا:

موسى بن قاسم التغلبي: عن ليلى الغفارية، حديثه موضوع[۱] قلت: إسناده ظلم وعبد السلام أبو الصلت متهم. انتهى. أورده العقيلي في الضعفاء وأخرج له هذا الحديث من طريق عبد السلام المذكور[۲]

چودہویں حدیث:

أخبرنا القاضي أبو القاسم عبد الواحد بن محمد بن عثمان البجلي حدثنا جعفر بن محمد بن نصر الخالدي حدثنا أحمد بن عيسى بن أبي موسى الكوفي حدثنا إسماعيل بن موسى الفزاري حدثنا الحسن بن زياد الهمداني عن حميد بن عبد الرحمن المدني عن أبيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم السابقون عشرة من قريش فأولهم إسلاما علي بن أبي طالب

مصنف کی خیانت:

کہ پھر سے شیعہ راوی سے روایت نقل کردی،

إسْماعِيل بن مُوسى الفَزارِيّ صَدُوق شيعي ذكرته تمييزا[۳]

۱۔(دیوان الضعفاء،۱/۴۰۳)

۲۔(لسان المیزان ۸/۲۱۵)

۳۔(الکشف الحثیث،۱/۷۲)

پندرہویں حدیث:

حدثنا الفضل بن دكين عن شريك عن أبي إسحاق قال: قالت فاطمة: يا رسول الله، زوجتني حمش الساقين عظيم البطن أعمش العين، قال: «زوجتك أقدم أمتي سلما، وأعظمهم حلما، وأكثرهم علما»

بعینہٖ اسی کی مثل حدیث پر جرح اوپر کی سطور میں گزری کہ ہم اس حدیث کا ترجمہ کرنے کی جسارت نہیں رکھتے اور نہ ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس بات کو منسوب کرسکتے ہیں کہ انہوں نے مولا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا کہا ہو۔

قال:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین میں سے بعض کی اسانید پر گفتگو ہو سکتی ہے لیکن جب ان فرامین عالیہ کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو کسی بھی منصف مزاج مسلمان کے اطمئنان قلبی کے لئے بہت کافی ہے۔

اقول:

مصنف نے کہا کہ بعض اسانید حالانکہ اکثر اسانید کذاب رواۃ پر مشتمل ہیں نیز یہ گفتگو تو تب کی جائے جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام من حیث الطفل کے منکر ہوں جبکہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام کے قائل ہیں۔ وہ چاہے احادیث ضعیفہ سے ہوں یا احادیث صحیحہ سے، کیونکہ تعارض قائم ہے اور تعارض کا رفع اس تطبیق کے بنا جو ائمہ نے پیش کی ممکن نہیں۔ اور نہ ہی اولیت کے معنیٰ پر کوئی غبار ہوگا کہ جب اولیت اضافی لے لی جائے اور اگر اولیت حقیقی لی جائے تو اولیت حقیقی میں کیا یہ معنیٰ موجود ہے کہ اگر کوئی عورت موجود ہو تب بھی اولیت کا معنیٰ درست ہوگا کسی بھی لغت کی کتاب سے ایک حوالہ پیش کردیں، اور اپنے آباء کو بھی بلالو ان سے کہو کہ اولیت کا معنیٰ یہ کہیں ہے اگر نہ ملے اور نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ اولیت کا معنیٰ اضافی مراد لیا جائے، اللہ دین کا فہم عطا فرمائے۔

قال:

بالخصوص اس وقت جبکہ محدثین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے دس کے طرق کو متواتر گردانا۔

اقول:

مصنف کو شاید متواتر کے معنیٰ سے لغوی آگاہی تو ہو گئی مگر اصطلاحی معنیٰ سے ناواقف ہے اور شاید کہ اصطلاحی معنیٰ سے واقفیت ہو مگر شرائط سے لاعلم ہے۔ تو ہم قارئین کے افادہ کے لئے مختصر متواتر کی بحث کو نقل کیے دیتے ہیں۔

متواتر کی تعریف:

ما بلغت رواته فی الکثرة مبلغا احالت العادة تواطؤهم علی الکذب ویدوم هذا فیکون اوله کآخره ووسطه کطرفیه

خبر متواتر وہ روایت ہے جن کے رواۃ کی تعداد اتنی ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو اور یہ ہمیشہ ہو اور روایت کا اول اس کے آخر کی طرح اور روایت کا

وسط اسکے اول و آخر کی طرح۔

متواتر کی دو قسمیں ہیں:

متواتر لفظی اور متواتر معنوی۔

متواتر لفظی:

جس کو متواتر اسنادی بھی کہتے ہیں، سند کے لحاظ سے جس میں تواتر ہو۔

متواتر معنوی:

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جس کا مفہوم بہت ساری احادیث کے اندر قدر مشترک ہے۔ اس لئے اس کو قدر مشترک بھی کہتے ہیں۔ اس کی تعداد میں اختلاف ہے مگر یاد رہے تعداد کوئی معنیٰ نہیں رکھتی اصل یہ ہے کہ یقین حاصل ہو قطعیت کا حصول ہو، اگر یقین و قطعیت حاصل نہ ہو تو رواۃ کی تعداد گیارہ کیا تینتس بھی ہو جائے اس کو متواتر نہیں کہیں گے، مصنف کا ان احادیث مبارکہ کو متواتر کا نام دینا اصول حدیث سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ تواتر کا مدار تعداد کو نہیں بیان کیا گیا بلکہ یقین کو بیان کیا گیا۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "ظفر الامانی" میں فرماتے ہیں: کہ تواتر کی تعداد میں اختلاف کیا گیا ہے بعض لوگوں نے پانچ یا سات یا دس یا بارہ مختلف اقوال کو بیان کیا ہے مگر لکھنوی صاحب نے سب کا رد کر دیا فرمایا: تواتر کی تعداد نہیں بلکہ مدار یقین ہے۔

هذه كلها وامثالها اقوال فاسدة والتحقيق الذى ذهب اليه جمع من المحدثين هو انه لا يشترط للتواتر عدد انما العبرة بحصول العلم القطعى فان رواه جم غفير ولم يحصل القطع به لا يكون متواترا وان رواه جمع قليل وحصل العلم الضرورى يكون متواتراً

تواتر کی شرائط:

تواتر کی چار شرطوں کو بیان کیا گیا:

پہلی شرط:

رواۃ کی تعداد کا محصور نہ ہونا ہے۔

دوسری شرط:

اتنے رواۃ ہوں جن کا عادۃ جھوٹ پر اتفاق محال ہو۔

تیسری شرط:

ابتداء سے انتہاء تک اتنے رواۃ ہوں کمی نہ آئے۔

چوتھی شرط:

خبر حس سے حاصل ہو وہ چاہے مشاہدہ ہو یا سماع ہو۔

علمائے محدثین نے لکھا ہے کہ راویوں کی تعداد جتنی بھی کثیر ہو وہ روایت متواتر نہیں ہوتی جب تک قطعیت حاصل نہ ہو، پھر سکھروی صاحب کا یہ مغالطہ دینا کہ اس سے قطعیت حاصل ہو رہی ہے کیا کسی خیانت سے کم ہے کیا یہ جھوٹ نہیں ؟

سکھروی صاحب کا مغالطہ:

سامعین تواتر لفظی کے حوالے سے ائمہ کا جو اتفاق ہے وہ ایک حدیث پر ہے، وہ ہے من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار،

علامہ بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۴۰ صحابہ سے مروی ہے، بعض نے کہا ۶۰ صحابہ سے مروی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابن صلاح فرماتے ہیں ۶۲ صحابہ سے مروی ہے، دوسروں کے نزدیک ۱۰۰ سے زیادہ سے مروی ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم میں ۲۰۰ سے زیادہ راوی بیان فرماتے ہیں، امام عراقی نے نقد وارد کیا کہ اتنے صحابہ سے یہ متن تو مروی نہیں مگر ۷۰ صحابہ سے یہ متن مروی ہے، سکھروی صاحب نے مغالطہ دینا چاہا کہ حدیث پاک تواتر لفظی کے ساتھ مروی ہے، حالانکہ کثیر احادیث صحیحہ کثیر اصحاب سے مروی ہونے کے باوجود متواتر نہیں ۔ بہت سارے احکام شرع واسلامی شعار تواتر لفظی سے ثابت نہیں چہ جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے کا دھوکہ دینا محققین کے نزدیک پانچ نمازیں اور ان کی رکعات کی تعداد حج وغیرہ تواتر لفظی سے نہیں بلکہ تواتر معنوی کے ساتھ مروی ہیں۔

دوسرا موصوف کا تواتر لفظی کا اشتباہ دینا یہ کسی خیانت سے کم نہیں جبکہ تواتر لفظی کا انکار کفر ہے اب موصوف بتائے کہ یہ کتنا بڑا مغالطہ یا کتنے درجے رفض سے اوپر کا رفض ہے کہ اولیت مسلم کا انکار کفر ہے ؟

اگر مصنف اسے تواتر معنوی کہتے ہے تو تواتر معنوی کا انکار بھی گمراہی ہے تو کیا اولیت مسلم علی کا منکر گمراہ ہے ؟ پھر مصنف نے یہ کذب بیانی کی کہ اتنی تعداد کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ جس سے عقیدہ بھی ثابت کیا جاسکتا ہے لہذا مصنف کی بات اور عبد القادر کی بات کو سامنے رکھا جائے تو یہ نتیجہ متبین ہے کہ حضرت علی خلیفہ اول ہے یا افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر صدیق کو حاصل نہیں ۔ لہذا مصنف کے نزدیک افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر صدیق کا منکر یا ان کے خلیفہ اول ہونے کا منکر کیا حکم رکھتا ہے ؟ مصنف اگر واضح کر دے تو نوازش ہوگی۔

حدیث کے متواتر ہونے کے متعلق نفیس بحث:

مولوی صاحب کے روحانی آباء میں سے ایک شیخ ہے جن کا نام نامی احمد غماری ہے اس نے ایک رسالہ لکھا ہے" رفع المناری بترک حديث من سئل عن علم فكتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار "کہ کسی شخص سے علم کے متعلق پوچھا گیا اور اس نے چھپایا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

اس حدیث پر رسالہ لکھا گیا تھا اس حدیث پاک کو امام کتانی[۱] نے متواتر سمجھا حدیث کے متعدّد طرق ہونے کی وجہ سے یہ حدیث پاک گیارہ اجلہ اصحاب سے مروی ہے جن میں حضرت ابوھریرہ، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن مسعود، عمرو بن عبسہ، طلق بن علی، اور اماعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم۔

یہ حدیث پاک گیارہ اصحاب سے مروی ہونے کے باوجود متواتر نہیں حالانکہ ان میں حدیث ابوھریرہ کے تین طرق ہیں۔ مختلف صحابہ سے مزید طرق سے یہ حدیث مروی ہے بہت سارے طرق میں راوی مجروح ہے کوئی متروک تو کوئی کسی درجہ کا اسی طرح حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص امام حاکم نے نقل کی امام حاکم نے حدیث کو صحیح کہا شرط شیخین پر کہا عبداللہ بن عباس والی حدیث ابویعلی نے نقل کی اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی اس میں ایک کذاب راوی ہے اسی حدیث جابر اس کی سند میں بھی کلام ہے خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے اصحاب سے بھی روایات مروی ہے لیکن ان کی مرویات میں کلام ہے بعض کی سندیں درجہ کذاب بعض کی ضعیف پر مشتمل ایک دو کی صحت جبکہ اکثر طرق ضعیف ہیں۔ غماری نے رد کیا کہ یہ حدیث متواتر نہیں اس حدیث کے متواتر نہ ہونے کی وجہ اسانید کا ضعف بنا لہذا حدیث اتنے کثیر صحابہ سے مروی ہونے کے باوجود مشہور نہیں کہ چہ جائے متواتر ہو۔

مولوی صاحب اس حدیث پاک کے علاوہ کئی احادیث متعدّد اصحاب سے مروی ہونے کے باوجود متواتر نہیں فقیر اگر ان کو اکھٹا کرے تو پورا ایک رسالہ ترتیب دیا جاسکتا ہے مگر نمونے کے لئے تین احادیث پیش کی۔ اس طرح تمہاری ذکر کردہ حدیث نہ متواتر لفظی ہے نہ متواتر معنوی اور نہ ہی اس بات کی متحمل ہے کہ اس سے عقیدہ کا اثبات ہو۔ کیونکہ تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے ہمارے نزدیک وہ علم بدیہی حاصل ہوتا ہے لہذا مصنف کہنا یہ چاہتے ہیں کہ چودہ صدیوں کا مؤقف یہ بداہت کا انکار ہے۔ نیز مصنف نے جتنی احادیث پیش کیں ان سے یقین حاصل نہیں ہوتا کہ ان کا مدار ضعف و کذب پر مشتمل ہے۔ نیز اولیت اسلام کا بچوں کے اعتبار سے کوئی منکر نہیں لہذا کیا اشکال ہے؟۔ نیز تواتر سے جب قطعیت حاصل ہوتی ہے تو اس قطعی کا انکار کرنے والے پر کیا حکم ہوگا کیونکہ مصنف کے نزدیک ان احادیث کی تعداد متواتر سے بھی تجاوز کرچکی ہے، مزید یہ کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابل احادیث ضعیفہ کو پیش کرنا اور یہ کہنا کہ اس سے قطعیت کا معنٰی حاصل ہورہا ہے۔ کسی سفسطہ سے خالی نہیں۔ خوامخواہ قیاس مشاغبی سے دھوکہ دینا ہے، اور احادیث متواترہ کی بحث اکثر کتابوں میں تواتر لفظی کے اعتبار سے ہے مگر تواتر معنوی کا مستفاد یقین ہے جو ان احادیث سے حاصل نہیں، اگر رواۃ کی تعداد کا نام تواتر ہے تو پھر انما الاعمال بالنیات والی روایت بھی متواتر کے قبیلے سے ہونی چاہیے کہ اس کو تو خبر مشہور بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔

اس طرح کی کئی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن کا مصنف بھی تواتر کا قائل نہیں۔

مصنف سے ایک سوال:

اگر مصنف کے نزدیک یہی تواتر ہے تو مصنف سے ایک سوال ہے:

عدم ایمان ابی طالب پر گیارہ طرق نہیں متعدّد طرق موجود ہیں مصنف ہمت کرے اور اس کو بھی تواتر تسلیم کرلے مگر مصنف اس روافض کے عقیدہ کو

۱۔ امام کتانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی تلخیص کی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے متواتر معنوی پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام تھا "الازھار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ" پھر سیوطی نے اس رسالہ کی تلخیص کی اس کا نام رکھا "قطف الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ" امام کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے "الازھار المتناثرہ" کی تلخیص کی تھی اس کا نام رکھا "لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ" لیکن امام کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کے مطلع ہونے سے پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام "نظم المتناثر من الحدیث المتواتر" ان میں سے بعض رسائل کے نام میں مصنفین کی نقل میں اختلاف بھی موجود ہے۔ منہ

اپنے اندر جگہ دیئے ہوئے ہے کہ ایمان ابی طالب ہی ثابت کرنا ہے اور احادیث متواترہ کا انکار کرنا ہے کیونکہ مصنف کے نزدیک گیارہ کی تعداد احادیث متواترہ کا معنیٰ رکھتی ہے۔اور جس کے گیارہ سے زائد طرق ہوں تو وہ بدرجہ اتم تواتر کا معنیٰ رکھے گی مگر کچھ لوگوں کی صفات رذیلہ ہوتی ہیں وہ اپنے من کی تو لیتے ہیں لیکن اگر اپنے من کے خلاف آئے تو اس کو ترک کر دیتے ہیں۔اس نے کئی مقامات پر سیدنا ابی طالب کہا ایک وہ شخص جس کا ایمان ہی ثابت نہ ہو اور خود حضرت علی پاک کے ہاں اس کا ایمان ثابت نہ ہو تو یہ کیسی محبت ہے،ان شاء اللہ ہم اس پر اپنا تفصیلی مضمون پیش کریں گے۔

حدیث کا ضعیف راویوں پر مشتمل ہونا:

قال:

حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسے تین صحابہ کی رائے ضرور ملتی ہے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اول مؤمن ہونے پر کوئی ایک صریح حدیث مرفوع موجود نہیں۔

اقول:

جناب من دوسے تین صحابہ کی رائے سے اعراض کرنا وہ کس بنیاد پر ہے جبکہ ہمارے ائمہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان اقوال کا ملنا اعراض کا موجب نہیں اور آپ صراحتًا اتنی بڑی جرات کر رہے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بارہا اول مؤمن ہونے سے انکار کر رہے ہیں یہ کون سی خدمت اسلام ہے ،کس کے اشارے پر لکھا گیا کیا اس تحریر سے صحابہ کرام خوش ہونگے کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش ہونگے کیا اس تحریر کی اسلام کو ضرورت تھی یا اسلام میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول مؤمن ہونے سے کوئی عقیدہ میں یا مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی خلل تھا؟۔یقیناً نہیں تھا پھر تحریر لکھ کر آپ نے اپنے آپ کو مواضع التہم پر لا کر کھڑا کیا۔اور حدیث پاک میں ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے جس کا مضمون درست ہے۔

نیز آپ نے کہا کوئی حدیث مرفوع موجود نہیں یہ بھی آپ کی خیانت ہے میں حق چار یار کی نسبت سے چار احادیث اور ایک جمع کی ان اللہ یحب الوتر کے تحت ،پانچ احادیث مرفوعہ کو پیش کیا اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کوئی بھی نہیں ہے۔یہ آپ کی معلومات کی کمی تھی یا کچھ حجابات تھے جو دیکھنے سے مانع تھے۔پھر آپ نے مزید یہ کہا کہ کچھ لوگوں کو انقباض قلبی ہوتا ہے اگر اس حدیث مرفوع کو فیصل مان لیا جائے۔

بالکل نہیں جناب ہمارے ائمہ نے اس کو تسلیم کیا اور ہم اسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو درست سمجھتے ہیں اور اسی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔جو بات تعامل امت اور اتفاق امت سے ثابت ہو اس سے روگردانی کرنا کسی نالائقی سے کم نہیں۔یہاں تک ہم نے مصنف کی پیش کردہ ان احادیث کا تعاقب پیش کیا جس کا مصنف نے مرفوع صحیح سمجھتے ہوئے پیش کیا۔بلکہ متواتر کا اطلاق کیا۔

قارئین نے ملاحظہ کیا کہ اکثر احادیث ضعیف اور کذاب راویوں پر مشتمل تھیں اور متواتر کا درجہ بھی کسی اصول حدیث سے ناواقفیت ہے۔اب مصنف کے پیش کردہ اقوال صحابہ کا منصفانہ جائزہ و تبصرہ پیش خدمت ہے۔

قال:

مصنف کہتا ہے کہ یہ فرقہ ناجیہ اہلسنت کا منہج نہیں۔فضائل و کمالات چھپانا تو یہود کا طریقہ ہے یہود فضائل مصطفی چھپاتے تھے اور یہ لوگ فضائل مرتضی

چھپاتے ہیں۔

اقول:

مولانا آپ بتائیں کہ پھر فرقہ اہلسنت کا منہج کیا ہے؟ جس روش پہ آپ چل رہے ہیں کیا اہلسنت کا چودہ صدیوں میں یہ منہج رہا؟ کیا آپ کے نزدیک ابوبکر صدیق کے فضائل کو بیان کرنا یہ اہلسنت سے منحرف ہونا ہے؟ ابوبکر صدیق کا نام لینے کے ساتھ ساتھ اس کے اقوال و افعال بھی ایسے ہوں جو افضلیت مطلقہ پر دلالت کرے۔

ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص کمالات سے انکار نہیں مگر خصائص و کمالات اس طریقے سے بیان نہ کئے جائیں کہ صحابہ خود ہی اس ہدف و تنقید کا نشانہ بنے بلکہ اہلسنت کے منہج کے مطابق بیان کئے جائیں۔

رہا تمہارا یہ اعتراض کہ یہود فضائل مصطفی چھپاتے تھے اور یہ لوگ فضائل مرتضی چھپاتے ہیں۔ مولانا یا تو مشار الیہ بیان کرو یا بدل بیان کرو تا کہ مقصود تمہارا واضح ہو۔ شاید آپ کے کلام سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ سابقہ ائمہ وہ ناانصافی سے کام لیتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھپاتے رہے۔

یہ دھوکہ مت دیجئے گا کہ کتابوں میں فضائل لکھے ہیں مگر بعد کے لوگوں نے بیان نہیں کئے۔ ہم یہی تو پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ یہ بعد کے لوگ کونسی صدی سے ان کی ابتداء ہیں جنہون نے فضائل مرتضی چھپائے تا کہ ہم ایسے لوگوں سے اجتناب کر سکیں کہ جنہون نے فضائل مرتضی چھپائے۔

افسوس کچھ لوگوں کو فضائل مرتضی تو یاد رہے مگر میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہیں ان لوگوں نے فراموش کر دیئے۔ جو مرتبہ و مقام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا وہ نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ مرتبہ و مقام ملا۔ یہ تو ہمارے ائمہ کی مہربانیاں کہ جو ہر دور میں رفض کا قلع قمع کرتے رہے ورنہ ان لوگوں نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھیں۔ اللہ عزوجل ہمیں ائمہ کے متبعین میں شمار فرمائے۔

اقوال صحابہ کا منصفانہ جائزہ و تبصرہ:

مصنف نے سب سے پہلے جو معاذہ عدویہ سے روایت پیش کی اس کی سند یہ ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، نا مُسْلِمُ بْنُ إِبْراهِيمَ، نا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، نا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الحارِثِيُّ، حَدَّثَتْنِي مُعاذَةُ العَدَوِيَّةُ، قالَتْ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، عَلَى المِنبَرِ يَقُولُ مِثْلَهُ[1]

علامہ محدث عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے ایک راوی سلیمان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سلیمان کا معاذہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی متابع نہیں ہے۔

قالَ البُخارِيُّ: لا يُتابَعُ عَلَيْهِ، ولا يُعْرَفُ سَماعُ سُلَيْمانَ مِن مُعاذَةَ۔[2]

۱۔(الآحاد والمثاني ج:۱، ص:۱۵۱)

۲۔(الضعفاء للعقيلي ج:۲، ص:۱۳۰)

امام ابن قیسرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

سلیما ن هذا لا یعرف الا بهذا الحدیث والا اعرف له غیره لم یتابع علیه قاله البخاری [۱]

دوسری روایت:

حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرّازِيُّ قالَ: حَدَّثَنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسى قالَ: أَنْبَأنا العَلاءُ بْنُ صالِحٍ، عَنِ المِنهالِ، عَنْ عَبّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قالَ: قالَ عَلِيٌّ: «أَنا عَبْدُ اللهِ وأَخُو رَسُولِهِ ﷺ، وأَنا الصِّدِّيقُ الأَكْبَرُ، لا يَقُولُها بَعْدِي إِلّا كَذّابٌ، صَلَّيْتُ قَبْلَ النّاسِ لِسَبْعِ سِنِينَ [۲]

اس حدیث کا متن باطل ہے اور سند اس کی ضعیف ہے۔ علامہ حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں وہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں سے کسی کی شرط پر یہ حدیث نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے اس میں عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ راوی ہے جو ضعیف ہے۔

قال حاکم علی شرط البخاری و مسلم ، قلت کذا قال و ما هو علی شرط واحد منهما بل و لا هو صحیح بل هو حدیث باطل فتدبره و فیه عباد بن عبد الله اسدی قال ابن المدینی ضعیف [۳]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مولی علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے۔

قلت هذا کذب علی علی- [۴]

علامہ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عباد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو مولی علی کی فضلیت میں روایت ہے یہ موضوع ہے (ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے) عباد بن عبد اللہ ضعیف راوی ہے اور متہم ہے۔ فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ [۵]

علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

فانه حدیث منکر [۶]

۱۔(ذخیرۃ الحفاظ ج:۱،ص:۹۹)

۲۔(ابن ماجہ، رقم الحدیث:۱۲۰)

۳۔(مختصر تلخیص الذھبی، ج:۳، ص:۱۳۱۴)

۴۔(میزان الاعتدال، ج:۲، ص:۳۶۷)

۵۔(الکشف الحثیث، ج:۱، ص:۱۴۴)

۶۔(منتخب من علل الخلال، ج:۱، ص:۲۰۴)

تیسری روایت:

حَدَّثَنا عَلِيٌّ، أنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قالَ: سَمِعْتُ حَبَّةَ العُرَنِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ» :أنا أَوَّلُ، مَن أَسْلَمَ أَوْ صَلّى مَعَ رَسُولِ اللهِّ ﷺ(۱)

اس سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ہے حبہ عرنی اس کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں یہ غالی شیعہ ہے۔ من غلاة الشيعة، وهو الذي حدث أن عليا كان معه بصفين ثمانون بدريا. وهذا محال (۲)

اس مصنف کی دوسری پیش کردہ روایات جس کے اندر حبہ عرنی ہے وہ محل نظر ہوگئی۔

تیسری روایت:

أَخْبَرَنا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قالَ: حَدَّثَنا ابْنُ فُضَيْلٍ قالَ: حَدَّثَنا الأَجْلَحُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ قالَ: «ما أَعْرِفُ أَحَدًا مِن هَذِهِ الأُمَّةِ عَبَدَ اللهَ بَعْدَ نَبِيِّها ﷺ غَيْرِي، عَبَدْتُ اللهَ قَبْلَ أَنْ يَعْبُدَهُ أَحَدٌ مِن هَذِهِ الأُمَّةِ بِسَبْعِ سِنِينَ»(۳)

اس حدیث کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا۔ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے اوپر تعلیق کی کہ یہ باطل ہے۔(۴) اس حدیث کے اندر ایک راوی ہے اجلح یہ متکلّم فیہ ہے۔ دوسرا ایک راوی ہے ابن فضیل یہ صدوق شیعی ہے۔(۵)

چوتھی روایت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو مولی علی کرم اللہ وجہہ کو خط لکھا اور مولی علی رضی اللہ عنہ نے جو جواب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے مصنف نے ان اشعار سے استدلال کیا۔ شعر یہ ہے:

سبقتكم الى الاسلام طرا   صغير اما بلغت اوان حلمی

اقول:

مولوی صاحب یہ تو ہمارے موقف کی تائید کر رہی ہے۔ ہم اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں مگر آپ نہیں کرتے۔ ہماری اس بات پہ نزاع ہی نہیں ہم تو سمجھے کہ شاید آپ نزاع لفظی کریں گے مگر آپ نے تو نزاع معنوی کا موقف اختیار کیا۔

۱۔(مسند ابن الجعد، ج:۱، ص:۴۱۹)

۲۔[میزان الاعتدال، ۱/۴۵۰]

۳۔(ذخیرۃ الحفاظ ج:۱، ص:۹۹)

۴۔(المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۳/۱۲۱)

۵۔(میزان الاعتدال ج:۴، ص:۵۹۵)

دوسری بات:

صغیراً ترکیب میں کیا ہے؟ یہ ترکیب میں مولوی صاحب حال واقع ہو رہا ہے اور حال ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے وہ ابھی بچے تھے۔ خود فرما رہے ہیں مولی علی رضی اللہ عنہ کہ میں ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس قول کو معتبر اور فیصل جانا جائے تو نزاع ختم ہو سکتی ہے اور ہمیں اس سے کوئی انکار بھی نہیں۔ آپ نے جو اگلی روایت پیش کی وہ ابھی یہی مضمون پیش کر رہی ہے قطع نظر کسی جرح کے۔

پانچویں روایت:

مصنف نے انشدکم الله هل فیکم احد صلی القبلتین قبلی والی جو روایت پیش کی مصنف کا استدلال تو تھا کہ اولیت اسلام کا اور اس حدیث پاک میں تو اولیت اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں تو اتنا ذکر ہے کہ تم میں سے کوئی ہے جس نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی ہو؟ اگر اس سے اولیت ثابت ہوتی ہے تو بہت سارے صحابہ نے قبلتین کی طرف نماز پڑھیں ہیں۔ کیا ان کے لئے بھی اولیت ثابت ہوتی ہے۔ یا پھر مصنف نے آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف فعل کا ارتکاب کیا۔

چھٹی روایت:

مصنف نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پیش کی جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اولیت اسلام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی منقول ہے۔ صحابی کے دونوں قولوں میں تطبیق دینا ممکن ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال مقدسہ اور دیگر اصحاب کے مطابق ہے۔ وہ تطبیق یہ ہے کہ اول اسلام بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے اور بالغین میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ساتویں روایت:

حدثنا أبو عمر محمد بن عبد الواحد بن عبد الله اللغوي، حدثنا محمد بن عثمان بن محمد العبسي، حدثنا عبادة بن زياد الأسدي، حدثنا يحيى بن العلاء الرازي عن جعفر بن محمد عن أبيه عن ابن عباس قال: نظر علي بن أبي طالب عليه السلام في وجوه الناس فقال: إني لأخو رسول الله ووزيره، وقد علمتم أني أولكم إيمانًا بالله ورسوله، ثم دخلتم بعدي في الإسلام رسلًا[1]

اس حدیث کی سند میں جو مصنف نے پیش کی ایک راوی ہے عبادہ بن زیاد اس کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ ہے۔

قال ابن عدي: شيعي غال. وقال موسى بن هارون: تركت حديثه. وقال أبو حاتم: محله الصدق. وقال موسى بن إسحاق الأنصاري: صدوق. وقال محمد بن محمد بن عمرو النيسابوري الحافظ: عبادة بن زياد مجمع على كذبه. قلت:

۱۔(مناقب علی لابن مغازلی ص:۱۶۸ رقم الحدیث:۱۵۴)

هذا قول مردود، وعبادة لا بأس به غير التشيع.[۱]

آٹھویں روایت:

حَدَّثَنا عَبّادُ بْنُ يَعْقُوبَ، قالَ: نا عَلِيُّ بْنُ هاشِمِ بْنِ البَرِيدِ، قالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهَّ بْنِ أَبِي رافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي -[۳۲۲]- رافِعٍ، قالَ «نُبِّيَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلامُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وأَسْلَمَ عَلِيُّ يَوْمَ الثُّلاثاءِ»[۲]

مصنف نے ابورافع کی جو روایت پیش کی اس کے اندر ایک راوی ہے عباد بن یعقوب یہ رفض کی طرف دعوت دیا کرتا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا اور طلحہ زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں انصاف کرے گا اور دونوں کو جنت میں داخل کرے گا کہ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ اس کی روایات متروک ہیں مصنف کی پرانی عادت ہے کہ اہل تشیع سے روایت لینے کا بہت اشتیاق ہے یا معلوم نہیں کہ اتفاقا جو موقف مصنف رکھنا چاہتے ہیں اس کی اکثر روایات شیعہ سے منقول ہے مگر پھر بھی ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن کی حالت میں اسلام لائے۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی عمر میں بھی اختلاف ہے ستاون کا قول بھی اٹھاون کا قول بھی ہے۔ یہ تاریخ کبیر میں ابی خیثمہ نے نقل کیا۔ اور ۴۰ھ میں وفات ہے۔ اگر ستاون کا قول لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر بہت کم تھی جس وقت اسلام لائے ۳۰ سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے۔ اور ۲۳ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر بن گئی ۵۳ اگر ۵۸ کا قول بھی لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر وقت اسلام پانچ سال تھی۔ روایات میں تو سات کا قول بھی ہے وقت اسلام۔ آٹھ کا بھی ہے و دیگر۔

مگر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سات سال فرما رہے ہیں ایک روایت کے مطابق اقوال میں بہت سخت اضطراب ہے مگر ہمارے ائمہ نے کیا خوبصورت مطابقت پیدا فرمائیں کہ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اور آزاد مردوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

نویں روایت:

حسين بْنُ إسْحاقَ التُّسْتَرِيُّ، ثنا يَحْيى الحِمّانِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ هاشِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قالَ: «صَلّى النَّبِيُّ ﷺ غَداةَ الِاثْنَيْنِ، وصَلَّتْ خَدِيجَةُ يَوْمَ الإثْنَيْنِ مِن آخِرِ النَّهارِ، وصَلّى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلاثاءِ، فَمَكَثَ عَلِيٌّ يُصَلِّي مُسْتَخْفِيًا سَبْعَ سِنِينَ وأَشْهُرًا قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدٌ»[۳]

مصنف نے اگلی جو روایت پیش کی اس روایت میں ایک راوی ہے یحیی حمانی اس کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ تھا اور بغض رکھتا تھا اور امیر

۱۔[میزان الاعتدال، ۳۸۱/۲]

۲۔(مسند البزار = البحر الزخار ۳۲۱/۹)

۳۔(المعجم الکبیر للطبرانی ۳۲۰/۱)

معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا تھا۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کذاب تھا۔

وثقه يحيى بن معين وغيره. وأما أحمد فقال: كان يكذب جهارا. وقال النسائي: ضعيف. وقال البخاري: كان أحمد وعلى يتكلمان فيه. وقال محمد بن عبد الله بن نمير: ابن الحمانى كذاب. وقال - مرة: ثقة. وقال ابن عدي: ليحيى الحمانى مسند صالح. ويقال: إنه أول من صنف المسند بالكوفة. وأول من صنف بالبصرة مسدد. وأول من صنف المسند بمصر أسد بن موسى.

قال: والحمانى يقال إن عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي أودعه كتبه لما خرج من مكة، فلما جاء وجد كتبه محلولة، فقال عبد الله: إنه سرق من كتبه أحاديث لسليمان بن بلال، حدث بها الحمانى، عن سليمان نفسه. قال ابن عدي: ولم أر في مسنده وأحاديثه أحاديث مناكير، وأرجو أنه لا بأس به. قلت: إلا أنه شيعي بغيض. قال زياد بن أيوب: سمعت يحيى الحمانى يقول: كان معاوية على غير ملة الإسلام. قال زياد: كذب عدو الله. يحيى الحماني، حدثنا محمد بن أبان بن صالح. قلت: ضعف [۱]

دسویں روایت:

حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُوسِ بْنِ كامِلٍ قالَ: حَدَّثَنا إِسْماعِيلُ بْنُ مُوسى قالَ: حَدَّثَنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الهَمْدانِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ القاسِمِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فِي قَوْلِهِ: «السّابِقُونَ الأَوَّلُونَ هُمْ عَشَرَةٌ مِن قُرَيْشٍ كانَ أَوَّلَهُمْ إِسْلامًا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طالِبٍ» [۲]

مصنف کی خیانت:

اس میں ایک راوی ہے حسن بن علی ھمدانی مصنف نے جس کتاب کا حوالہ دیا اس حدیث کی سرخی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور اس حدیث کے علاوہ اس کی کوئی معرفت نہیں ہے۔

الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الهَمْدانِيُّ مَجْهُولٌ أَيْضًا لا يُتابَعُ عَلى حَدِيثِهِ ولا يُعْرَفُ إلّا بِهِ [۳]

گیارہوں روایت:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَحْمَسِيُّ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بَيْهَسٍ الْمُلَائِيُّ،

۱۔[میزان الاعتدال،۴/۳۹۲]

۲۔(الضعفاء الكبير للعقيلي ۱/۲۳۵)

۳۔(الضعفاء الكبير للعقيلي ۱/۲۳۵)

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَابِسٍ، عَنْ مُسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: «نُبِّئَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَأَسْلَمَ عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ»[1]

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے علی بن حابس اس پر محدیثین نے جرح کی ہیں، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ ابن حبان تو فرماتے ہیں کہ یہ فحش خطائیں کرتا ہے مستحق ترک ہے۔[2]

بارہوں روایت:

حَدَّثَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْبَصْرِيُّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»[3]

مصنف کی اگلی خیانت:

مصنف نے حدیث تو لکھی مگر محدث کا تبصرہ نقل کرنا یا تو قلم سے چوک گیا یا پڑھا مگر لکھنا گوارہ نہ کیا یا پھر مصنف خائن ہے۔ حدیث کے علم سے عدم واقفیت رکھتا ہے۔

علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

وَلَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونَهُ أَوْ مِثْلُهُ

اور علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو لکھنے سے پہلے ایک سرخی قائم کی جس کو مصنف نقل کرنا بھول گئے۔ وہ یہ ہے۔

عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي آدَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ قَالَ: عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْبَصْرِيُّ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهُ و هذا الحديث۔[4]

تیرہوں روایت:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، نا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، نا قَيْسٌ، عَنْ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي صادِقٍ، عَنْ عُكَيْمٍ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: «أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ وُرُودًا عَلَى نَبِيِّهَا ﷺ أَوَّلُهَا إِسْلَامًا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ»[5]

اس روایت میں بھی ایک راوی ہے جس کا نام ہے (سلمہ بن کھیل) ثقہ ہونے کا قول بھی ائمہ نے کیا مگر اس کے اندر تشیع موجود تھا۔ ایسے اشخاص کی

۱۔[المستدرک علی الصحیحین للحاکم ,۳/۱۲۱]

۲۔(تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۵۰۴)

۳۔[الضعفاء الکبیر للعقیلي، ۱۶۲/۳]

۴۔[الضعفاء الکبیر للعقیلي، ۱۶۲/۳]

۵۔(الآحاد والثاني لابن أبي عاصم ۱/۱۴۹)

روایت مطلقا مقبول نہیں ہوا کرتی فیہ نظر کے قبیلہ سے ہوتی ہے۔

چودھویں روایت:

حَدَّثَنا عُبَيْدٌ العِجْلُ، ثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الحُلْوانِيُّ، ثنا عِمْرانُ بْنُ أَبانَ، ثنا مالِكُ بْنُ الحَسَنِ بْنِ مالِكِ بْنِ الحُوَيْرِثِ، عَنْ أَبِيهِ، قالَ: قالَ مالِكُ بْنُ الحُوَيْرِثِ: «كانَ أَوَّلَ مَن أَسْلَمَ مِنَ الرِّجالِ عَلِيٌّ، ومَنَ النِّساءِ خَدِيجَةُ» (۱)

اس سند میں ایک راوی ہے عمران بن ابان رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ضعف کا قول کرتے ہیں۔ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کی روایت منکر نہیں ہوتی۔

پندرھویں روایت:

أنهم كانوا يقولون: عليّ بن أبي طالب أوّل من أسلم.

مصنف نے حدیث نقل کرنے میں پوری بات کو نقل نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کی سند کو نہیں پہچانا جاتا۔

قلت: في إسناده من لا يعرف۔ (۲)

افسوس کہ مصنف دوسروں کو الزام دیتا ہے کہ وہ فضائل مرتضوی چھپاتے ہیں مگر افسوس کہ مولی علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات بیان کرنے میں مجہول راوی اور کذاب راویوں کا سہارا لیتا ہے اور الحمد للہ ہم وہ سنی ہیں کہ ہمارے پاس علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کے لئے احادیث صحیحہ میں اتنی کثرت ہیں کہ ہمیں ان کے فضائل و کمالات کے لئے ایسی اسناد کی حاجت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مصنف کو حاجت ہو کہ مصنف کے پاس مولی علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات احادیث صحیحہ میں نہ ہو۔

سولھویں روایت:

حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ، نا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ الخَطّابِ، نا عَلِيُّ بْنُ غُرابٍ، نا يُوسُفُ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، «أَنَّ خَدِيجَةَ، أَوَّلُ مَن أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وعَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِبٍ» (۳)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے علی بن غراب محدثین نے اس پہ جرح کی ہیں اس کو صدوق لکھا ہے مگر یہ اس وقت تک ہے جب تک یہ اپنے مذہب کی تائید میں کوئی روایت پیش نہ کرے۔ علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ غالی فی التشیع ہے اور امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مذہب کی و

۱۔(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۲۹۱)

۲۔(الاصابہ ج ۴ ص ۱۷۷)

۳۔(الآحاد والمثانی لابن أبي عاصم ۱/۱۴۸)

جہ سے اس پر طعن کیا۔[۱]

سترہویں روایت:

حضرت محمد بن ابی بکر والے حدیث پر تبصرہ؟

اٹھارہوں روایت:

مصنف نے حضرت کعب بن زہیر کے اشعار علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے پیش کئے۔کیا مصنف کو خیانت کی عادت ہے یا کوئی ایسی چیز ہے جو اس کے ظہور کے لئے مصنف کو مجبور کرتی ہے۔

سامعین ذی وقار: میں مصنف کا کلام مکمل نقل نہیں کرتا کہ کتاب طویل ہوجائے گی ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہوتا تو ہم ضرور مکمل کلام نقل کرتے۔ قارئین کرام امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اول اسلام میں اختلاف کو نقل فرمایا کہ بعض فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و مولی علی رضی اللہ عنہ و حضرت زید رضی اللہ عنہ و حضرت بلال رضی اللہ عنہ مختلف اقوال بیان فرمائے، پھر مصنف نے اپنا موقف بیان فرمایا کہ آزاد لوگوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اس پر مختلف ادلہ کا ذکر فرمایا۔اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی اسلام کو بیان فرمایا مگر ساتھ ہی مصنف نے اس بات کا رد کر دیا کہ مولی علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ پہلی ہستی جس نے اسلام کو ظاہر کیا آزاد مردوں میں سے وہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ انہوں نے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔[۲]

مصنف خوامخواہ لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہے کہ دیکھو فلاں کتاب میں ہے۔ حالانکہ یہ روش اہلسنت نہیں۔ اہلسنت کا موقف وہی ہے جو ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں۔

انیسویں روایت:

حَدَّثَنا عَبّادٌ، قالَ: نا عَلِيُّ بْنُ هاشِمِ بْنِ البَرِيدِ، قالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قالَ: «أَوَّلُ مَن أَسْلَمَ مِنَ الرِّجالِ عَلِيٌّ وأَوَّلُ مَن أَسْلَمَ مِنَ النِّساءِ خَدِيجَةُ»[۳]

مصنف نے جس سند کو پیش کیا اس سند کے اندر ایک راوی ہے عباد بن عبد اللہ الاسدی ہم ماقبل بھی اس کی جرح کو نقل کر چکے ہیں کہ یہ مولی علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا کرتا تھا یہ راوی کذاب ہے ایسے راوی کی روایت کو لینا درست نہیں۔[۴]

۱۔(میزان الاعتدال، ج:۳ص:۱۴۹)

۲۔(تدریب الراوی، ج:۲، ص:۶۸۷ملخصا)

۳۔(مسند البزار = البحر الزخار ۹/ ۳۲)

۴۔(میزان الاعتدال ج:۲، ص:۳۶۸ملخصا)

بیسویں روایت:

أَخْبَرَنا مُحَمَّدٌ، قالَ: أَنبَأَ وكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ مَوْلَى الأَنْصارِ، قالَ: «أَوَّلُ مَن أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلِيٌّ»[1]

مصنف نے بڑی پھرتی سے احادیث مبارکہ ڈھونڈھی اور صحیح فریب کی کوشش کی کہ اہل سنت مولی علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھپاتے ہیں حالانکہ مصنف بار بار تحریف کرنے کا مرتکب ہوا۔ بات کو کانٹ چھانٹ کر پیش کرنے کا مرتکب ہوا مصنف کس زمرے میں اپنے آپ کو شمار کرے گا امام ابوبکر خلال کی جس منقول شدہ روایت کا حوالہ دیا وہیں پر ابی حمزہ سے روایت لینے والے عمرو بن مرہ کا یہ قول بھی موجود تھا کہ انہوں نے اپنے استاد حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تابعی سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لائے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو استاد نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اور یہ عبارت متصلا موجود تھی مگر مصنف نے نقل کرنا گوارہ نہ سمجھی یہی ایک مقام نہیں مصنف نے بیسیوں مقامات اس پر شاہد ہیں کہ مصنف کس کساوت کا شکار ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

فَقالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ: فَأَتَيْتُ إِبْراهِيمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَأَنْكَرَهُ، وقالَ: أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُما اللهُ[2]

فائدہ:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ام المومنین اماعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے یہ وہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی مراسیل کو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی مراسیل پر ترجیح دی گئی ہے۔ یہ وہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

استفتونی و فیکم ابراھیم یعنی جب تمہارے اندر ابراہیم جیسا شخص موجود ہے مجھ سے فتوی لینے کی کیا حاجت ہے (یہ ان کی ثقاہت وعظمت کو بیان کرنا مقصود تھا)۔ ان کی وفات چھیانوے ہجری میں ہوئی اور عمرو بن مرہ ان کے شاگرد ہیں جن کی وفات ایک سو سولہ میں ہے اور ایک سو اٹھارہ کا قول بھی ہے۔

قال مصنف:

وہ سب ایک امر کلی میں مشترک ہے اور وہ ہے مولائے کائنات کا مسلم اول ہونا۔

اقول:

ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ تواتر معنوی نہیں ہے اور نہ ہی تواتر معنوی کی شرائط اور نہ ہی قدر مشترک بہت ساری احادیث بہت سارے صحابہ سے منقول ہیں جن کے طرق متعدّد ہیں مگر وہ بھی متواتر نہیں۔ طرق کا متعدّد ہونا اپنی شرائط کے ساتھ جب ملحوظ ہوتا ہے اس وقت وہ متواتر ہوتی ہے۔

۱۔ (السنۃ لأبي بکر بن الخلال ۲/۳۱۰)

۲۔ (السنۃ لأبي بکر بن الخلال ۲/۳۱۰)

قال:

اس قدر کثیر طرق سے عقائد نظریات کا اثبات بھی بآسانی ہوسکتا ہے۔

اقول:

وہ ایک محاورہ مشہور ہے کہ انسان اپنی عادتوں سے پہچانا جاتا ہے۔جناب آپ نے بھی وہی حرکت کی آخر کار آپ کو حدیث متواتر کی تعداد مل گئی اور اس سے عقیدہ کا اثبات بھی مشکل نہیں آپ نے کہا باآسانی ہوسکتا ہے تو ہمت کیجئے بڑی دیر کردی آتے آتے کب تک چھپائیں گے ؟ میں نے سنا ہے کہ عرفان بے عرفانی گفتگو کررہا ہے تو آپ بھی ہمت کیجئے۔

مصنف کا تعاقب:

یہاں سے مصنف نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے پر روایات پیش کی۔اس کے متعلقہ جوابحاث مصنف نے نقل کی اور اس کے متعلق اپنا نظریہ ظاہر کیا اس سے ایسا بظاہر محسوس ہورہا ہے کہ چودہ صدیوں کے بعد کوئی علامہ الدھر پیدا ہوا ہے کہ جس کا علم اتنا پختہ و مضبوط ہے وہ اپنی جہالت میں اتنا مضلول ہے کہ کوئی اسے نظر ہی نہیں آرہا۔ صحابہ و تابعین وائمہ و محدثین و متکلّمین کا نظریہ قرین انصاف نہیں اور مصنف کا نظریہ جو محض ابوبکر صدیق کی فضیلت کو چھپانے کے مترادف ہے۔ مصنف اپنے دعوی مذموم میں ایک بھی صحیح دلیل پیش نہ کرسکا من حیث ھوھو اور جتنی روایات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلقہ منقول تھی اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس مقام پر مصنف کو اولیت اضافی بھی یاد آیا مگر افسوس کہ ائمہ کی تطبیقات سے انحراف اور بغاوت کے مرتکب ہوئے۔اگر ائمہ کی بات کو تسلیم کیا جائے جو عقل و نقل کے موافق ہے تو کسی قسم کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

قال:

ایک رائے یہ بھی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔

اقول:

مصنف کا شاید ضمیر بھی انہیں ملامت نہیں کرتا کہ کس دیدہ دلیری سے وہ اس کے لئے خفیف الفاظ استعمال کررہے ہیں۔کہ رہا ہے کہ ایک رائے یہ بھی ہے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ ایک کمزور اور ضعیف قول ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام کے قائل ہے۔حالانکہ یہ وہ رائے ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین وائمہ محدثین و متکلّمین بلکہ امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ ابوبکر صدیق ہی سب سے پہلے آزاد مردوں میں سے اسلام لیکر آئے۔مگر مصنف کو کیا لگے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و دیگر اصحاب کے اقوال موجود ہوں۔

سوال:

جناب آپ بھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و صحابہ کے فرامین کو تسلیم نہیں کرتے تو لہذا یہ اعتراض تو آپ پر بھی وارد ہوگا۔

جواب:

لایردمایرد۔یہ فقط دھوکہ ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو نہیں مانتے اور حضرت علی شیر خدا کے متعلق جو بھی فرمان منقول ہے قطع بنظر اسنادی

ابحاث کے ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضرت علی کی رضی اللہ عنہ فضیلت جانتے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے فرامین کو ترک کرنا کونسا انصاف ہے؟ جب یہ بات خود اصحاب سے و دیگر اسانید سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے جو عقل و نقل دونوں کے موافق ہے تو دونوں کے ماننے میں کوئی خرابی بھی نہیں اور کسی کی فضیلت کا انکار بھی نہیں اور نہ ہی فرامین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالنا ہے۔ اور نہ ہی دیگر آثار کا انکار کرنا لازم آتا ہے۔ اور نہ ہی یہ تشکیک پیدا کرنا کہ ائمہ محدثین و متکلّمین کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے منہ موڑنا یا تمہارے بقول چھپانا۔

تو ہمارے ائمہ کی دی ہوئی تطبیق کے مطابق چودہ صدیوں میں کسی کی ذات والا پر کوئی اشکال اور کسی قسم کی تنقید کا سامنا نہیں جبکہ آپ کے دیئے ہوئے مؤقف کے مطابق ائمہ کی ذوات قدسیہ پر تنقید لازم آتی ہے۔ اور چند خرابیاں لازم آتی ہیں جو خرابیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے منہ موڑنا۔
- مرفوع حدیث سے انکار کرنا (جیسا کہ تم نے کیا)۔
- صحابہ کرام کے فرامین سے اعراض کرنا۔
- تابعین کے موقف سے اعراض کرنا۔
- محدیثن کی تطبیق سے منحرف ہونا۔
- متکلّمین کے ذکر کردہ اقوال میں تشکیک پیدا کرنا۔
- امت مسلمہ کے اجماعی نظریہ پر نقد وارد کرنا۔
- حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت سے منہ موڑنا۔
- انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا۔
- امت مسلمہ میں ایک نئے فتنے کی ہوا دینا۔
- لازم مذہب کے مفسدات۔

قال:

بنابریں یہ روایت شاذ ہے۔

اقول:

مصنف نے حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو کہا کہ یہ شاذ ہے جو ابوبکر صدیق کے ایمان اول کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے مصنف نے شاذ کہا ہے یہ شاذ مقبول ہے یا مردود؟ مصنف کے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک یہ شاذ مردود ہے۔ افسوس مصنف شاذ کی معرفت ہی نہیں رکھتا۔

شاذ کی تعریف:

یہ ہے کہ ثقہ اوثق کی مخالفت کرے یہاں پر تو کوئی مخالفت نہیں جہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اول اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منقول ہے اس کی جہت اور ہے اور جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منقول ہے اس کی جہت اور ہے۔ تفاوت اعتبار تناقض کو رفع کر دیتا ہے لہذا مخالفت ہی نہیں کہ شاذ کہنا لازم آئے اور یہی

ائمہ و محدثین کا منہج ہے۔ وہ اس طریقے سے احادیث کے تعارض کو رفع کرتے ہیں۔

دوسری بات:

شاذ ہونا یا نہ ہونا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلقہ روایات کا محمل:

مصنف کو روایات نظر نہ آئی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولیتِ اسلام پر دال تھیں اور جو نظر آئی تھی ان کا محمل بیان کیا۔ محمل بیان کرتے ہوئے مصنف کے قدم تذبذب کا شکار نظر آئے ایسا تذبذب کہ جو کسی خائن یا فریبی شخص کے قدموں میں نظر آرہا ہوتا ہے۔ مصنف کہنے لگے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول مسلم ہیں مگر مردوں میں سے۔ مجھے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ہنسی آرہی تھی اور ساتھ بیٹھے ساتھی سے یہ عرض کر رہا تھا کہ دیکھو بدعقیدگی میں کیسے قدم ڈگمگاتے ہے کہ خطا کسی سے بھی ہو سکتی ہے مگر دونوں کی خطاؤں میں فرق ہوتا ہے۔

سامعین ذی وقار:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مردوں میں سے پہلے مسلماں ہونے پر جو الفاظ نقل کئے بعینہ اسی لفظوں سے مولی علی رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے پر استدلال کیا تھا مگر اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی۔ مصنف نے اولیت اضافیہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تسلیم کیا ہم یہ تطبیق کی اور اس اصطلاح کی حاجت کیا ہے؟

یہ تبھی حاجت در پیش ہے کہ جب اولیت کے لفظ ابوبکر صدیق کے لئے بھی منقول ہو اور دوسروں کے لئے بھی۔ جناب من اولیت حقیقیہ کا فرد من حیث الاسلام تو وہ حضرت خدیجہ پاک رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے نہ کسی دوسرے کو۔ ہاں اولیت اضافیہ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر حضرات کو حاصل ہے۔ دوسری توجیہ وہ یہ ہو سکتی ہے کہ اولیت حقیقیہ عورتوں کے اعتبار سے حضرت خدیجہ کو حاصل ہو اور بچوں کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو اور آزاد مردوں کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو اور غلاموں کے لحاظ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو۔

سوال:

جب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر کے لئے تسلیم کر رہے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول اسلام ہونے کا کیا معنی؟

جواب:

اس لئے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالغ عاقل اور مکلف تھے جبکہ مولی علی رضی اللہ عنہ مکلف نہ تھے اس لئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو فضیلت و ترجیح حاصل ہوئی جو ترجیح بلا مترجح نہیں۔

قال:

رہی بات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے والی مرویات کی تو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، جناب عطا رحمۃ اللہ علیہ، یوسف بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم معنی روایات صاف بتا رہی ہیں کہ ان حضرات کی مراد اولیت حقیقیہ نہیں بلکہ اولیت اضافیہ ہے۔

اقول:

مولوی صاحب! آپ کے پاس کونسا آلہ ہے جس سے آپ پہچانتے ہیں کہ یہاں اولیت سے مراد اولیت حقیقہ ہے اور یہاں اضافیہ ہے ۔ وہی پیمانہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مقدسہ کی مرویات میں بدل جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یا تو پیمانہ خراب ہے یا صاحب پیمانہ ہنجار ہے۔

قال:

کیونکہ یہ حضرات صاف صاف فرمارہے ہیں کہ اول من اسلم من الرجال ابوبکر الصدیق اور ظاہر ہے کہ مولی کائنات کا شمار اس وقت مردوں کے بجائے بچوں میں ہوتا تھا لہذا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، جناب عطا رحمۃ اللہ علیہ، یوسف بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ والی روایات مولی کائنات مولی علی مشکل کشاء کے مسلم اول ہونے والی روایات کے منافی و مخالف نہیں۔

اقول:

مصنف کو مرفوع روایات تو نہ ملی تھی مگر جن صحابہ کرام کے اقوال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت کے متعلقہ تھے ان کو اس مقام پر ذکر نہ کرنا تابعین کے اقوال کو ذکر کرنا میں سمجھتا ہوں کہ مصنف نے کوئی فریب سے کام نہیں لیا بلکہ ذھول ہو گیا ہو گا۔ باقی مصنف خود اس بات کو تسلیم کر رہا ہے کہ محمل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام آزاد مردوں کے لحاظ سے اولاً ہے۔ اور بچوں کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام اول ہے۔ جب تابعین کے اقوال میں یہ تطبیق ہے تو صحابہ کے اقوال میں بھی بدرجہ اتم یہ تطبیق ہوگی۔ اس کا انکار کس نے کیا؟ مصنف کو خود اس بات کا اقرار ہے کہ یہ روایات منافی نہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح پر مصنف کی چالاکیاں:

ہم قطع نظر کسی بات کے کہ ابن اسحاق پر جرح کریں ان کی سیر میں بات کو مقبول جانتے ہوئے کچھ گزارشات پیش کرتے ہیں۔

پہلی بات: ابن اسحاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قول کیا مگر ساتھ ہی اس بات کا رد کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام میں وہ فضیلت نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام میں موجود ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دی۔
- فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی قریش میں سے سب سے زیادہ اعلم تھے۔ اس وقت ان کا اسلام لانا فضیلت کا موجب ہے۔
- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو قبیلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔
- آپ اپنی قوم میں نرم مزاج کے آدمی تھے۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہے جن کی بدولت بہت سارے لوگ شرف صحابیت واسلام سے آراستہ ہوئے۔

ان مندرجہ بالا سے معلوم ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام اس اعتبار سے اولاً ہے کہ وہ ان خصوصیات سے متّصف ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ ان کا بچپنا تھا اور ان کو اسلام کے اظہار کی بھی توفیق نہ مل سکی۔ خود مصنف کے استدلال کے مطابق ان کی عمر دس سال تھی مکلف بھی نہ تھے اور بھی بہت

ساری وجوہات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کے اقوال میں ہی عافیت ایمان ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اول اسلام کی بات ہو یا دیگر جن میں کوئی متعارضہ نہیں خوامخواہ بے جا استدلال کرنے کے مترادف ہوگا ابن خیثمہ یا ابن اسحاق کی عبارات سے۔

قال:

مولی کائنات کے حق میں باعتبار ذکور کے اولیت حقیقیہ ہے۔

اقول:

مولوی صاحب یہ خوامخواہ بات کو طول اور بے جا کلام کو دخل دینے کے مترادف ہوگا۔ بارہا ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ عبارات منقول ہیں مگر ائمہ کی تطبیقات کو ترجیح حاصل ہے۔

پھر آپ نے اولیت حقیقیہ کا استدلال اور صراحت جو پیش کیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال نقل کی۔ اگر اسی روایت کو آپ کے نزدیک ترجیح ہے تو آپ خود فرمایئے کہ کیا دس سال کی عمر میں انسان مکلف ہوتا ہے اور کیا اس بات کی صراحت منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے جب میں ایمان لیکر آیا تو میں مکلف تھا۔ اور پھر کسی روایت سے آپ ثابت فرمائے کہ مولی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ میں وقت مکلف اسلام لایا اور پھر میں نے اسلام کا اظہار اسی لمحہ کیا۔ تمہاری ذریت و آباء پر قیامت تو آسکتی ہے ایک ضعیف حوالہ بھی اس کا پیش نہیں کر سکتے۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مصنف کے نزدیک اشتباہ اور اس کے اسباب:

مصنف نے اپنے اس تبصرہ میں اشتباہ کے تین اسباب کو نقل کیا۔

پہلا اشتباہ:

اول اسلام کا اظہار حضرت ابوبکر نے کیا۔

دوسرا اشتباہ:

مولی علی رضی اللہ عنہ سے کبھی شرک نہیں ہوا۔

تیسرا اشتباہ:

وقت اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ بالغ تھے یا نہیں۔

فقیر کا تبصرہ:

جناب! اشتباہ نہیں ہوا بلکہ اول اظہار اسلام کو ہی اول مسلم جانا گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ بچپن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس سے

اشتباہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اول مسلم ہیں۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کو چھپائے رکھا اب قارئین خود ملاحظہ فرمائیں کہ صحبت میں ہونے کے باوجود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کو مخفی رکھا۔ قارئین اس سے دوسری بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرت علی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت بھی تھے اس کے باوجود اسلام کو چھپایا اپنے والد کے ڈر سے جو تادم مرگ اسلام نہیں لائے (یعنی ابو طالب) اور دوسری طرف ایک وہ ہستی ہے جنہوں نے کسی شئی کی پرواہ کئے بغیر برملا اسلام کا اظہار کیا اور اسلام کی خاطر قربانیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اختیار کی کیوں نہ ہو کہ اللہ نے ان کو اولیت اسلام، اظہار اسلام، صدیقیت، اول امیر المومنین، یار غار ویار مزار اور افضل البشر بعد الانبیاء ان اوصاف کے علاوہ بھی بہت سارے اوصاف سے نوازا جن میں انکا کوئی ثانی نہیں اور نہ ہی کوئی شریک ہے۔ تو اللہ تعالی نے اولیت اسلام میں بھی انہیں کو شرف عطا فرمایا۔

دوسرا اشتباہ:

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کبھی شرک کا صدور نہیں ہوا یہ وجہ اشتباہ بنی۔ فقیر رضوی عفی عنہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ زیر کفالت تھے بچپن میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تھے۔ شرک سے محفوظ رہے انہیں کوئی بھی ایسا موقع ہی میسر نہ آیا یہ اللہ تعالی نے ان کو فضیلت دی اس میں کوئی کلام نہیں۔

مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تھے نہ زیر کفالت تھے اور نہ ہی بچے تھے اور شرک کے مواقع ہونے کے باوجود اللہ نے شرک سے محفوظ رکھا۔ واہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تیری شان! تیری عظمت کو سلام! اللہ نے تجھے اس وقت شرک سے محفوظ رکھ کر تیری فضیلت کو بیان فرمایا جو کسی پر مخفی نہیں وہ بھی فضیلت ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے مگر ابو بکر ابو بکر ہیں۔

تیسرا اشتباہ:

جناب اشتباہ بلوغت سے ہوا مگر آپ کو کیا ہوا کہ آپ ابھی تک علمی اعتبار سے بلوغت کو نہ پہنچ سکے اور آپ کا علمی اعتبار سے بلوغت کو نہ پہنچنے پر اتفاق ہے۔

اب آپ بتائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بالغ تھے یا نہیں یعنی ائمہ نے یہ تسلیم کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بالغ نہ تھے۔ اور آپ بتائیے ایمان کا معتبر ہونا بعد البلوغ یا قبل البلوغ ہے؟ یعنی کہ آپ کے بقول جن ائمہ کو شتباہ لگا ان کو یہ تسلیم ہی نہیں قبل البلوغ کا ایمان۔

کیا روایات کے بیچ میں تعارض ہے؟

مصنف نے عنوان قائم کیا کہ کیا روایات کے بیچ میں تعارض ہے اور تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مولی علی رضی اللہ عنہ شیر خدا پہلے مرد مومن ہے مگر جن حضرات نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلم اول کہا یا تو ان کی مراد اولیت اضافیہ ہے یا یہ قول اشتباہ پر مبنی ہے۔

اقول:

جناب ہو سکتا ہے یہ اشتباہ ہو جو آپ نے پیش کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشتباہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت تھے اس اعتبار سے اشتباہ ہوا کہ وہ اول مسلم ہے۔

تیسری بات آپ نے جو اولیت اضافیہ کا قول کیا ہے اور اولیت حقیقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے تسلیم کی ہے جبکہ میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ اولیت حقیقیہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا کوئی دوسرا فرد اس کے ساتھ نہ پایا جائے جبکہ حضرت خدیجہ پاک موجود تھیں۔

جبکہ یہ دھوکہ دیناکہ مردوں کے اعتبار سے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اول مسلم ہے یہ سوائے فریب و دجل کے کچھ بھی نہیں مولی علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے یوں کہنا چاہیے کہ اول مسلم شہ طفلاں۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے اور عمر کے اقوال میں بھی اضطراب ہے جبکہ تم لوگوں نے رسالہ کا نام تو یوں رکھ دیا کہ اول مسلم شہ مرداں مگر دلائل میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی آئی ہو کہ مردوں میں سے آزاد مرد عاقل بالغ جس کا اسلام اولا ہے اس کا نام نامی حضرت علی ہے۔ ایسی ایک بھی دلیل موجود نہیں۔ بعض حدیثوں میں مطلقاً فرمایا گیا کہ اول مسلم علی ہیں اور بعض احادیث میں رجال کی قید لگائی گئی جس کی اسنادی حیثیت سے قطع نظر کر لیا جائے تو مصنف کا دعوی ثابت ہونا بہت مشکل ہے۔

قال:

ابوبکر صدیق کے حق میں اولیت حقیقیہ کا اصرار کرے کوئی اور اولیت اضافیہ کا انکار کرے اور روایات کو اشتباہ پر محمول کرنے کے بجائے تعارض کی صورت بنائے تب بھی ترجیح مولی علی کو ہے۔ اور دلیل میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو پیش کیا۔

اقول:

مولوی صاحب نے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اولیت حقیقہ کہیں نہیں ہے اگر کوئی مانے بھی تو وہ اولیت اضافیہ ہے حالانکہ مصنف کو شرم آنی چاہیے کہ اولیت ماننے والے اجلہ صحابہ و تابعین ہیں بلکہ یہی نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے، رہی یہ بات کہ جو لوگ تعارض مانتے ہیں تب بھی ترجیح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام کو ہے۔ مصنف نے جو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا وہ درست نہیں۔

تقریب التھذیب کی عبارت کا موضوع ومحمل:

قارئین علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تو صرف اتنا بتانا چاہ رہے ہیں کہ مولی علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت ان کی عمر کے متعلقہ جتنے اقوال ہے ان میں سے راجح قول گیارہ سال کا ہے واؤ حالیہ ہے۔ حافظ صاحب کی عبارت یہ ہے:

ورجح جمع أنه أول من أسلم [فهو سابق العرب] وهو أحد العشرة مات في رمضان سنة أربعين [1]

مصنف واضح عبارت سمجھنے سے قاصر ہے اللہ تعالی مصنف کو ہدایت عطا فرمائے۔

فیہ نظر:

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قول کے مطابق جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ۱۱ سال کے تھے پھر نبوت کے تیئس (۲۳) سال انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے۔ آپ کی عمر چونتیس (۳۴) سال ہوگئ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری وفات کے بعد آپ نے تیس سال زندگی گزاری تو آپ کی عمر ہوگئی چونسٹھ (۶۴) سال جبکہ حافظ صاحب نے آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال لکھی ہے۔ اس کی توجیہ تو ممکن ہے مگر وہ اقوال جو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ثابت ہے کہ سات سال کی عمر میں اسلام لائے اور تیئس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلان نبوت کے بعد کی زندگی اس حساب سے یہ عمر بن گئی ساٹھ سال اگر دیگر اقوال کو سامنے رکھا جائے تو کمی بیشی لازم آرہی ہے مگر مصنف کو شاید انقباض کا مسئلہ ہے خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتح الباری میں ابوبکر

۱۔ (تقریب التھذیب ج ۱ ص ۴۰۲)

صدیق رضی اللہ عنہ کے اول اسلام کے قول کو جمہور کا قول فرما کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اولیت اسلام کا قول کرنے والوں کی تردید فرمائی۔

و قد اتفق الجمهور على ان ابابكر اول من اسلم من الرجال (۱)

سامعین ذی وقار! مصنف کا فریب دیکھیں حافظ صاحب کی تقریب التھذیب کی عبارت کو اس طریقے سے پیش کیا کہ حافظ صاحب کے نزدیک ترجیح اس قول کو ہے کہ اول مسلم علی رضی اللہ عنہ ہے حالانکہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کا رد کیا کہ جمہور کا قول اولیت مسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ مزید حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متصلاً ایک اور بات ذکر فرمائی کہ ابن اسحاق بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول مسلم ہونے کے قائل ہے۔

ذكر ابن اسحاق انه كان يتحقق انه سيبعث لما كان يسمعه و يرى من ادلة ذالك فلما دعاه بادر الى تصديقه من اول وهلة، تنبيه كان حق هذ ا الباب ان يكون متقدما جدا(۲)

مصنف کا دوسرا فریب:

مصنف نے دوسری عبارت کا اشارہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کیا حالانکہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی کوئی عبارت وہاں ذکر نہیں کی۔ ہو سکتا ہے ہمیں یہ الفاظ نہ ملے ہو مگر مصنف نے جو حوالہ دیا اس مقام اور اس کے اردگرد یہ عبارت موجود نہیں اگر کوئی کہے کہ مفہوما عبارت پیش کی ہو تو مفہوما بھی وہاں کوئی عبارت نہیں ہے بلکہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق دی اور اس تطبیق کا محمل وہی پیش کیا جس کو ہم نے ماقبل پیش کیا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اول مرد جو اسلام لایا وہ صدیق الامۃ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا

وكان أول ذكر آمن بعدها صديق الأمة، وأسبقها إلى الإسلام أبو بكر، فآزره في الله(۳)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ موقف اہلسنت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آزاد مردوں میں سے اسلام لانے والے اولاً حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سے اسلام لانے والے حضرت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔

وقيل: إن علي بن أبي طالب أسلم بعد خديجة، وكان في حجر النبي صلى الله عليه وسلم. فعلى هذا يكون أول من أسلم من الرجال أبو بكر، ويكون علي أول صبي أسلم، لأنه كان صبيًا لم يدرك،(۴) ولذا قال:

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوفق و انصب و ارجح قول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے کون ہے؟ جو مندرجہ ذیل عبارت میں موجود ہے۔

اتفاق العلماء على أن أول من أسلم خديجة، وأن اختلافهم إنما هو فيمن أسلم بعدها. قال ابن الصلاح: والأورع

۱۔(فتح الباری ج:۷، ص:۱۷۰)

۲۔(فتح الباری ج:۷، ص:۱۷۰)

۳۔[شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،۱/۴۴۵]

۴۔شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،۱/۴۴۹

أن يقال: أول من أسلم من الرجال الأحرار أبو بكر. ومن الصبيان أو الأحداث علي. ومن النساء خديجة. ومن الموالي زيد بن حارثة[1]

لمحہ فکریہ:

مولانا صاحب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کبھی تو عبارت کو قطع برید کر کے پیش کرتے ہے۔ اور کبھی مفہوم کو بدل کر۔ اور کبھی خبر واحد کو خبر متواتر کا درجہ دیتے ہے مصنف کو چاہیے کہ دھوکہ وفریب سے اجتناب فرماتے ہوئے اپنے آپ کو جمہور کی صفوں میں شامل ہونے کی کوشش فرمائے نہ کہ من شذ شذ فی النار۔

قال:

یہ تعارض محض صوری ہے حقیقی تعارض ہے ہی نہیں۔

اقول:

جناب من !آپ اسی بات کو اگر تسلیم کر لے تو شاید نزاع ختم ہو جائے مگر آپ اس کو تعارض حقیقی بنانا چاہتے ہیں اور کہ رہے کہ تعارض صوری ہے جبکہ ہم اس کے تعارض صوری ہونے کے قائل ہیں۔

قال:

مولائے کائنات کے مسلم اول ہونے کے بارے میں حدیث مرفوع متواتر موجود ہے جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی ایک بھی صریح حدیث مرفوع موجود نہیں ہے۔

اقول:

ہم نے پانچ مرفوع احادیث پیش کی مگر مصنف کی دل کی آنکھیں تو کمزور تھیں ہی ظاہری آنکھیں بھی بینائی سے محروم ہے مصنف نے احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابل احادیث ضعیفہ سے استدلال کیا۔ اور پھر مصنف کا یہ دھوکہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احادیث متواتر ہے یہ کذب بیانی ہے اور عبارت فہمی سے قاصر ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔

علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے متواتر ہونے کے لئے شرط ہے کہ اول قرن و وسط اور آخر سند کا برابر ہونا۔ بہت ساری کثیر احادیث بہت سارے صحابہ سے مروی ہے مگر متواتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ انما الاعمال بالنیات والی حدیث پاک کو کثیر راویوں نے نقل کیا یہاں تک کہ یحیی بن انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے سات سو (۷۰۰) راویوں نے نقل کیا اس کے باوجود یہ حدیث متواتر نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہ خبر واحد تھی بعد میں مشہور ہوگئی۔

علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے طرق کو جمع کیا سعد بن ابی وقاص، علی بن ابی

۱۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۱/۴۵۴

طالب، ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، امیر معاویہ، ابن عباس، ابوہریرہ، عبادہ بن صامت، عتبہ بن صامت، عتبہ بن عبد سلمی، ہلال بن سوید، عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ، ابوذر غفاری، عقبہ بن مسلم، عتبہ بن نضر، عبداللہ بن عمر، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

محدث ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے انیس (۱۹) صحابہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ طرق کو جمع فرمایا لہذا اس حدیث پاک کو متواتر ہونا چاہیے مگر اس کے باوجود محدثین نے اسے متواتر نہیں کہا۔ یہ کسی سکھر کے اجڑے ہوئے چمن کے مولوی کے جمع کئے ہوئے طرق نہیں بلکہ ایک محدث ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کئے ہوئے طرق ہیں اس کے باوجود متواتر نہیں۔

علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا بہت خوبصورت جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و لا يصح مسندا الا من حديث عمر

معلوم ہوا حدیث متواتر کے لئے سند کا صحیح ہونا بھی شرط ہے۔ (۱)

مصنف کی چالاکی:

حدثنا أبو محمد بن حيان، ثنا أحمد بن الحسين بن الجنيد، ثنا أحمد بن حفص، حدثني أبي، ثنا إبراهيم بن طهمان، عن الحجاج بن الحجاج، عن قتادة، عن سالم بن أبي الجعد، قال: حدثني محمد بن سعد بن مالك، أنه قال: لأبيه سعد: " كان أبو بكر رضي الله عنه أولهم إسلاما؟ قال: لا ولكنه كان خيرنا إسلاما (۲)

علامہ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہوئے مولوی صاحب نے حدیث نقل کی اور بڑی چالاکی سے اپنی تائید میں پیش کرنا چاہی حالانکہ ابن کثیر نے اس کا رد کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مصنف نے یا تو چالاکی کی یا علم سے کورا ہے یا پھر فقط نیٹ کا مولوی ہے اور عبارات پڑھنے سے نیٹ کا مولوی قاصر ہوتا ہے۔ جتنا اچھا نیٹ چلائے اتنی ہی اچھے حوالہ ڈھونڈھ لیتا ہے مگر بہت سارے احباب اس فن کے تو ماہر ہے مگر علم سے کورے ہیں۔ مصنف کے اندر شاید یہ اوصاف نہ ہو اور ان سے غلطی ہوگئی ہو یقیناوہ ہماری پیش کردہ عبارات پر نظر فرمائیں گے اور اپنے موقف سے رجوع فرمائیں گے۔ اللہ تعالی ہمیں حق وسچ سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم سے حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه حديث منكر إسنادا ومتنا (۳)

ازالہ وہم:

ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ وہم ہو کہ اوپر اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حدیث پیش کی اور ابن کثیر نے جو حدیث نقل کرنے کے بعد تبصرہ نقل کیا۔ دونوں کی

۱۔(ظفر الامانی ص:۵۱ ملخصا)

۲۔[معرفة الصحابة لأبي نعيم، ۱/۲۶]

۳۔[البداية والنهاية ۳/۳۹]

سندوں میں تھوڑاسافرق ہے لہذاابن کثیر کی طرف سے یہ ردنقل کرنادرست نہیں۔

اس کے دو جواب دیئے جاسکتے ہیں۔ دونوں حدیثوں کے مرکزی راوی ایک ہی ہیں۔ ابراہیم بن طھمان سے پہلے کے راوی مختلف ہے ان کے بعد کے راوی یکجاہیں۔

تنبیہ:

ابراہیم بن طہمان کی محدثین نے توثیق وتجریح دونوں نقل کی ہے۔ مرجئہ میں سے اسے لکھاہے ایسے شخص کی روایت اپنے مذہب کی تائید میں معتبر نہیں ہوتی اور نہ ہی بالاصالہ معتبر ہوتی ہے بالتائید ضرور اسے متابعات میں لے لی جاتی ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فقط سنداً اس کو منکر نہیں کہا اگر وہ فقط سنداً منکر کہتے تو یہ ضرور سوال قائم ہوتا مگر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سندا کے لحاظ سے بھی منکر ہے اور متن کے لحاظ سے بھی منکر ہے۔

منکر کی تعریف:

منکر کی تعریف میں دو چیزیں ملحوظ ہوتی ہے ایک مخالفت دوسرا وہ ضعیف کا مخالفت کرنا۔

وهو الحديث الذى يخالف فيه الضعيف الثقات

قال:

البدایہ والنھایہ میں ہے:

وروى ابن عساكر عن سعد بن أبي وقاص ومحمد بن الحنفية أنهما قالا: لم يكن أولهم إسلاما، ولكن كان أفضلهم إسلاما. قال سعد: وقد آمن قبله خمسة

اقول:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ آپ سے پہلے پانچ لوگ مسلمان ہوچکے تھے۔ یہ مبہم ہے یہ پانچ اگر غلاموں کو شامل ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور حضرت خدیجہ پاک رضی اللہ عنہا اس سے خارج ہوجائیں گے جو عقلاو نقلا درست نہیں اور اگر پانچ سے مراد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ ہیں تو تین کا بتائیے کہ وہ کون ہیں؟ اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ہیں تو چار میں سے سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ اور ہوسکتا ہے کہ سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ ہو تو اب چار باقی کون ہیں؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو اولیت حقیقہ کا فرد ہے لہذا سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہنا یہ بھی عقل ونقل کے خلاف ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول پر استدلال کیا حدیث بخاری سے۔

اس میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں جو حدیث صحیحہ بخاری سے ثابت ہے وہ اولیت ایمان ابوبکر خبر دی رہی ہے۔ آپ رد فرماتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ:

وثبت في صحيح البخاري من حديث همام بن الحارث عن عمار بن ياسر. قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه

وسلم وما معه إلا خمسة أعبد، وامرأتان، وأبو بكر [۱]

ازالہ وہم:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آپ نے کیسے استدلال کیا کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس موقف کا رد فرما رہے ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قاری اس مقام کا مطالعہ فرمائے اور سیاق وسباق کو دیانتداری سے پڑھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد فرما رہے ہیں کیونکہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تو خود اپنا موقف اس عبارت سے پہلے پیش کیا اور اسکو جمہور کی طرف منسوب کیا اور ماقبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان اول پر دلائل قائم کئے اور دلائل نقل کرنے کے بعد فرمایا:

قلت و هكذا قال ابراهيم النخعي و محمد بن كعب و محمد بن سيرين و هو المشهور عن جمهور اهل السنه [۲]

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فقط جمہور کی طرف نسبت نہیں کی بلکہ قُلتُ سے اپنا موقف بھی یہی بیان کیا۔

بچپن میں اسلام مولائے کائنات کی عظیم منقبت:

مصنف نے یہ علیحدہ عنوان قائم کیا اور اس پر تبصرہ یہ کیا کہ بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو عظیم منقبت متصور نہیں کیا جاتا۔ مصنف کا یہ الزام واتہام ہے اور فریب کا دوسرا رخ ہے اور اس کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیا اس پر جو استدلال کیا وہ ائمہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی ذوات قدسیہ سے کیا۔ ایک تو اس میں قیاس مع الفارق کیا دوسرا انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ کو جو اللہ تعالی نے نبوت کی دولت عطا فرمائی اس کی تحسین جو اللہ نے بیان فرمائی اس پر قیاس کیا۔ حضرت یحیی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ نے علم وحکمت کی دولت بچپن میں ہی عطا فرمائی۔ اور پھر اس کی مدحت کو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ پھر مصنف نے دوسری خیانت یہ کی کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ونصرت کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ مولا مشکل کشاء کا اس وقت کس مدد ونصرت کے لئے کمربستہ ہونا تھا۔ ذرا مصنف بیان فرمائے

۔

قال:

جو چیز حضرت یحیی علیہ السلام کے لئے منقبت، حضرت عیسی عل علیہ السلام یہ السلام کے لئے منقبت، وہی چیز جب مولائے کائنات کے ساتھ جڑی تو منقبت کی نفی کا سبب بنادی گئی۔۔۔!!!

اقول:

آپ نے بالکل صحیح تقابل دیا جو قرآن کی نص سے ثابت ہو اور ادھر اکثر احادیث ضعیفہ سے ثابت ہو۔ (ہمیں ان کی فضیلت میں کوئی کلام نہیں وہ چاہے احادیث ضعیفہ سے ہی کیوں نہ ثابت ہو مگر ایسی فضیلت نہ ہو جو اصول مسلمہ کے متعارض ہو) تو کیا یہ تقابل بنتا ہے ؟

۱۔[البدایۃ والنہایۃ ۳/۳۸]

۲۔(البدایہ والنھایہ ج:۳، ص:۳۸)

دوسری بات: ایک طرف ایک اللہ کے نبی مکرم کی مدح ہو اور دوسری طرف ایک مقرب صحابی کی مدح ہو تو کیا ان میں تقابل بنتا ہے؟

قال:

اولیاء کرام میں سے بچپن میں کسی کو معرفت الہیہ سے حصہ ملا تو ہم اسے بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے لیکن ناانصافی ہے تو فقط مولائے کائنات سے۔

اقول:

ہم چاہیں گے کہ مولوی صاحب ذرا اولیاء کرام کو متعیّن فرمائے کہ جن کو معرفتِ الہیہ سے حصہ ملا اور ہم صبح و شام بیان کرتے ہیں۔ ہم الزامی طور پر پوچھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کو معرفت الہیہ کا حصہ سب سے پہلے ملا یہ لوگ ان کے کتنے فضائل صبح و شام بیان کرتے ہیں؟

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو معرفتِ الہیہ کا حصہ ملا یہ ان کے کتنے فضائل بیان کرتے ہیں؟ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو معرفت الہیہ کا حصہ ملا یہ ان کے کتنے فضائل بیان کرتے ہیں؟ تو یہ جزءِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناانصافی نہیں؟

مامون عباسی کے مناظرہ پر تبصرہ:

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ مامون عباسی معتزلی و شیعہ ہے۔ مامون عباسی کوئی متبحر عالم دین نہیں اور نہ ہی کوئی محدث ہے۔ مصنف نے اس کے مناظرہ کو نقل کرنے میں چھ صفحات سیاہ کئے۔

مامون عباسی نے استدلال اس سے کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت دی ہے اور دعوت تبھی دی جا سکتی ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مکلف ہو۔ حالانکہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ پھر مامون عباسی کا قاضی اسحاق سے یہ پوچھنا کہ بتاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے کوئی اسلام لایا؟ قاضی اسحاق نے جواباً یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو وہ کم سن تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو عمر کے کمال کو پہنچ چکے تھے۔ مامون عباسی کہا یہ بات چھوڑ و پہلے یہ بتاؤ کہ اسلام میں اول ہونے کا اعتبار کس کا ہوگا؟ اس بات پر قاضی اسحاق صاحب نے فرمایا کہ اگر چھوٹے ہونے کا لحاظ کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہیں۔ قطع نظر اس واقعہ کے مامون عباسی جب خود شیعہ ہے لہذا اس کے اس کلام کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مولوی صاحب کو چھ صفحات سیاہ کرنے کے لئے مامون عباسی معتزلی شیعہ کا مناظرہ ہی بچا تھا؟ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت اسلام کی فضیلت میں کوئی حدیث مرفوع مولوی صاحب کو نہ ملی او نہ ہی موقوف و آثارات مگر ایک ایسے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جس کا چودہ صدیوں میں کوئی وجود نہیں۔

سوال:

آپ نے کہا کہ مامون عباسی شیعہ ہے کس دلیل سے آپ نے شیعہ ہونے کا نام دیا؟

جواب:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مامون عباسی کو شیعہ کہا ہے۔ اور ایک مناظرہ کو نقل کیا کہ یحیی بن اکثم کہتے ہیں کہ میں مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا کچھ اور بھی خراسان کے لوگ موجود تھے اور وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا اور اسی طرف دعوت دیتا ان خراسان کے لوگوں کو کہنے لگا کہ تم کیا کہتے ہو خلق قرآن کے مسئلے میں؟ خراسان کے لوگ کہنے لگے کہ ہمارے شیوخ و اساتذہ قرآن کے مخلوق ہونے پر یہ دلیل دیتے تھے کہ قرآن میں حمار و جمال وبقر کا ذکر ہے لہذا یہ مخلوق جب

ہیں تو قرآن بھی مخلوق ہوگا۔ کہنے لگے کہ جب امیر المومنین قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہے تو ہم بھی قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔ یحیی بن اکثم کہتے ہیں میں نے مامون کو کہا کیا تو ان کی بات سے خوش ہوتا ہے؟

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فرمانے لگے کہ میں کہتا ہوں یہ شیعہ تھا اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ مامون نے ایک اعلان کرنے والے کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کرے کہ ہم ہر اس شخص کے ذمہ سے بری ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کہے یا ان کا اچھے لفظوں سے ذکر کرے۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ مامون عباسی کا مسئلہ خلق قرآن میں جو کلام تھا وہ دوسو بارہ (۲۱۲ھ) میں واقع ہوا۔ لوگوں نے اس کا انکار کیا اور لوگ اس کے کلام کی وجہ سے پریشان ہوئے اور مامون اپنے مقصود کو حاصل نہ کر سکا اور ایک وقت تک وہ رک گیا۔

قال إبراهيم نفطويه: حكى داود بن علي، عن يحيى بن أكثم، قال: كنت عند المأمون، وعنده قواد خراسان، وقد دعا إلى القول بخلق القرآن، فقال لهم: ما تقولون في القرآن؟ فقالوا: كان شيوخنا يقولون: ما كان فيه من ذكر الحمير، والجمال، والبقر، فهو مخلوق، فأما إذ قال أمير المؤمنين: هو مخلوق، فنحن نقول: كله مخلوق. فقلت للمأمون: أتفرح بموافقة هؤلاء ؟ قلت: وكان شيعيا. قال نفطويه: بعث المأمون مناديا، فنادى في الناس ببراءة الذمة ممن ترحم على معاوية أو ذكره بخير، وكان كلامه في القرآن سنة اثنتي عشرة ومائتين، فأنكر الناس ذلك، واضطربوا، ولم ينل مقصوده، ففتر إلى وقت[1]

مصنف نے حاصل مناظرہ جو پیش کیا اس کے متعلقہ چند سوالات:

مصنف نے کہا کہ مولائے کائنات کو بچپن میں اسلام دعوت مصطفوی سے تھا۔ کوئی ایک صریح حدیث مصنف پیش کردے۔

مصنف کا کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت حکم خداوندی سے تھی۔ کوئی ایک مرفوع حدیث پیش کردے۔

مصنف کا یہ کہنا کہ مولی علی کے بچپن کا اسلام مسلم اول ہونے کو چار چاند لگانے کا ذریعہ ہے نہ یہ کہ بچپن کے لفظ کا اضافہ کرکے اس منقبت کو معمولی شمار کیا جائے۔ مصنف سے سوال ہے کہ اس منقبت کو معمولی کس کس نے شمار کیا ہے؟ اور شمار کرنے والوں کا حکم کیا ہے؟

قال:

بعض حضرات اس مسئلے کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے ام المومنین سیدہ خدیجہ اسلام لے آئیں اور بچوں میں حضرت علی اور آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ مصنف کہتا ہے اس اندازِ بیان پر ہمیں تحفظات ہیں۔

دوسری بات کہتا ہے کہ یہ انداز بیان سلف وصالحین کا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ سلف وصالحین معذور تھے۔ اس نے معذوری بیان کی ہے ہم اس پر تبصرہ بعد میں نقل کریں گے جو اس کی خباثت منہ بولتا بین ثبوت ہے۔

۱۔[سیر أعلام النبلاء ط الرسالة, ۱۰/۲۸۱]

اقول:

یہاں مصنف نے اسلاف کے انداز کو بہتر نہ جانا پھر تحفظ کہ کر مزید بات کو مبہم رکھا کہ معلوم نہیں مصنف کو کس قسم کا تحفظ ہے جس کو کسی وقت بھی اگل کر متعین کیا جاسکتا ہے۔ پھر مصنف نے مابعد جو سلف وصالحین کا عذر قائم کیا، اللہ کی پناہ!

قال:

مصنف کہتا ہے کہ اگر کسی نے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والی عورت کون ہے ؟ اور سب سے پہلے اسلام لانے والا آزاد بالغ مرد کون ہے ؟ اگر اس قسم کے سوال کے جواب میں کہا جائے کہ حضرت خدیجہ وعلی وابوبکر ہے تو درست ہے۔

اقول:

مولوی صاحب ! آپ نے جو صفحات سیاہ کئے وہ کسی کے جواب میں کئے تھے ؟ کیا حضرت ابوبکر کے اولِ مسلم ہونے کا انکار کسی رافضی کے سوال پر کیا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلم اول ہونے پر اتنے صفحات کا سیاہ کرنا کس کے جواب میں تھا؟ لہذا ہمیں آپ کے کلام پر فقط تحفظ ہی نہیں بلکہ شدید اشکال ہے جو آپ کی نالائقی پر واضح دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے اول مسلم سے انکار کیا اور دیگر صریح چیزوں سے انکار کیا۔

قال:

اگر اس انداز میں کیا جائے کہ مسلم اول کون ہے، پہلا مرد مومن کہنا؟ اب جواب میں کہنا کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ سوال مذکورہ بالا کا اس انداز سے جواب سمجھ سے بالا تر ہے۔

اقول:

مولوی صاحب ! آپ کے پورے صفحات کا سیاہ کرنا ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ وہ اسلئے کہ آپ ایک مدرس آدمی تھے۔ مدرس آدمی سمجھ دار ہوتا ہے اور خوش عقیدہ لوگوں سے پڑھنے والا خوش عقیدہ رکھتا ہے مگر آپ بالکل اسلاف کی روش سے منحرف ہے عقائد مسلمہ یقینہ آپ کے فہم میں نہیں آتیں۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالا تر ہے جن کو اسلاف کا طریقہ سمجھ میں نہ آئے جن کو ائمہ محدثین و متکلمین کا طریقہ سمجھ میں نہ آئے جن کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ سمجھ نہ آئے وہ دین پڑھانے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ جب ائمہ نے اعتبار کیا اور اس کو معتبر جانا تو آپ کو اور مجھے کیا اشکال ہوسکتا ہے۔

پھر مصنف نے ماقبل روش کو دھراتے ہوئے پھر ایک بار مرفوع حدیث کا انکار کیا اور جھوٹ وفریب سے کام لیتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث کو مرفوع اور متواتر معنوی کہا۔ مرفوع کہنا تو صحیح ہے مگر اکثر کی اسانید ضعیف اور کذب پر مشتمل ہے اور کچھ کی اسناد صحیح ہیں ان کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زیر کفالت تھے اس لئے اولیت مسلم کا فرمایا گیا۔ اور پھر بچوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لیکر آئے تھے اس لئے اولیت مسلم کا اطلاق کیا گیا۔

مصنف کی ایک اور حملہ آوری:

قال:

سلف وصالحین کا عذر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے جنہوں نے اولیت اسلام کا اطلاق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لینا آسان نہیں تھا۔ حکمران خاندان رسول کے دشمن تھے۔

اقول:

اس شخص کی شاطر چالاکی دیکھیں کہ اس کے نشتر سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بچ نہ سکے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حالات سے مجبور ہو کر حقیقت نہ بیان کر سکتے تھے۔ پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم نے جو تفضیل شیخین کا مسئلہ بیان کیا وہ بھی ان حالات کے ڈر کی وجہ سے کیا مصنف نے یقیناً یہ عذر بھی کبھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کریں گے۔ پھر مصنف نے کہا حکمران دشمن تھے اہل بیت کے اب یہ معلوم نہیں کہ مصنف کے ذہن میں ان حکمرانوں کا اطلاق کیسے شروع ہوتا ہے۔

ہم آخر میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی تحریر کا اختتام کرتے ہیں کہ اللہ تعالی دین حق پر ہمیں ثابت قدمی دیں اور اس دعا کو ہمارے حق میں قبول فرمائے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتناو هب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب

25/1/2023

خویدم العلم: محمد شاہد بندیالوی